

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں

محمد ایوب سیرا

اشاعت کے جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مؤلف: محمد ایوب سپرا بن محمد یونس کیلانی

مراجعة و تصحیح: محمد اقبال عبدالعزیز

کمپوزنگ: نجم الجید محمد ادریس

زیر اہتمام: حافظ حسن ایوب

اشاعت: اول (اپریل 2005ء)

مقام اشاعت: الرياض سعودی عرب

© مکتبہ دار السلام

فہرستہ مکتبہ الملك فهد الوطنية أثناء النشر

کیلانی، محمد ایوب

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اردو) / محمد ایوب کیلانی - الرياض ۱۴۲۶

۸۰ ص، ۲۱ سم

ردمک: ۲-۲۸-۷۳۲-۹۹۶۰

۱ - الشهادة (ارکان الإسلام) ۱. العنوان

دیوی ۲۴۰ ۱۴۲۶/۲۰۵

رقم الإيداع: ۱۴۲۶/۲۰۵

ردمک: ۲-۲۸-۷۳۲-۹۹۶۰

ڈسٹری بیوٹرز

مکتبہ سبل السلام

شارع القاسمہ الشارحہ

فون: 06 574 6063 فیکس: 574 4243

موبائل: 050 5271301

مکتبہ دار السلام

شارع امیر عبداللہ بن جلوی (سابقہ الضباب مٹریٹ)

ص-ب-22743 الرياض 11416 سعودی عرب

فون: 4033962 فیکس: 4021659

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں

تالیف

محمد ایوب سپرا

نظر ثانی

محمد اقبال عبدالعزیز



مکتبہ سبل السلام

شارع القاسمہ الشارحہ

فون: 06 574 6063 فیکس: 06 574 4243

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامَ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ، وَحَجَّ الْبَيْتِ، وَصَوْمَ رَمَضَانَ))

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ 1. اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ 2. نماز قائم کرنا۔ 3. زکوٰۃ ادا کرنا۔ 4. بیت اللہ کا حج کرنا اور 5. رمضان کے روزے رکھنا۔“ (بخاری و مسلم)

فہرست عناوین

- 07..... 1. کلمۃ الناصر
- 09..... 2. کلمۃ المؤلف
- باب: اول
- 15..... 1. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معانی
- 16..... ☆ کلمۃ توحید کا محل اعراب
- 16..... ☆ امام ابن القیم رحمہ اللہ کا قول
- 17..... 2. قرآن وحدیث سے کلمۃ طیبہ کی گواہی
- 21..... 3. کلمۃ طیبہ کا بلند ترین مقام
- 24..... 4. احادیث کی روشنی میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی فضیلت
- 24..... ☆ خلوص دل سے کلمۃ طیبہ کا اقرار کرنے والا جنت میں جائے گا
- 24..... ☆ خلوص دل سے کلمۃ طیبہ کا اقرار عرش الہی سے قربت کا ذریعہ ہے
- 25..... ☆ عقیدہ توحید پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا
- 25..... ☆ جس نے کلمۃ طیبہ پڑھ لیا، جنت میں داخل ہوگا
- 27..... ☆ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تمام گناہوں پر حاوی ہے
- 27..... ☆ کفار کو سب سے پہلے کلمۃ طیبہ کی دعوت دی جائے گی
- 28..... ☆ غیر مسلم کلمۃ طیبہ کا اقرار کر لے تو اسے قتل کرنا منع ہے
- 29..... ☆ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے متعلق حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کے اقوال
- 31..... 5. توحید کی اقسام اور اس کے بنیادی تقاضے
- 31..... 1. توحید ربوبیت
- 32..... 2. توحید الوہیت
- 32..... 3. توحید اسماء وصفات
- 34..... 6. اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا بیان
- 34..... ☆ اللہ تعالیٰ قریب اور مجیب ہے
- 35..... ☆ ذات باری تعالیٰ ہر آن ہمارے ساتھ ہے
- 36..... ☆ نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے
- 37..... ☆ اللہ تعالیٰ اولاد دینے والا ہے
- 41..... ☆ حکومت، عزت، ذلت، رزق سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

- ☆ موت کا وقت اور معین مقام اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے..... 42.
- ☆ ہدایت اور گمراہی من جانب اللہ ہے..... 43.
- ☆ ہر قسم کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے..... 44.
7. مشرکین مکہ اور عرب کفار کا عقیدہ..... 45.
8. اللہ کسے کہتے ہیں؟..... 48.
- ☆ وہ بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے..... 48.
- ☆ آسمانوں سے پانی کون نازل کرتا ہے؟..... 49.
- ☆ زمین و آسمان کو تھامنے والا کون ہے؟..... 49.
- ☆ بے قرار کی دعا کون سنتا ہے؟..... 49.
- ☆ ہواؤں کو خوشخبری کا ذریعہ بنا کر کون بھیجتا ہے؟..... 50.
- ☆ مخلوق کو پیدا کرنے اور رزق دینے والا کون ہے؟..... 50.
- ☆ غیب کا علم کون جانتا ہے؟..... 50.
9. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی شرائط..... 52.
- باب دوم:
1. مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ..... 59.
2. رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ..... 61.
- ☆ رسول اللہ ﷺ کون ہیں؟..... 61.
- ☆ رسول اللہ ﷺ کے اسماء گرامی..... 61.
- ☆ رسول اللہ ﷺ کا بچپن..... 61.
- ☆ جوانی اور شادی..... 62.
- ☆ بعثت..... 62.
- ☆ کامرانیاں اور رفیق الاعلیٰ کی طرف سفر..... 64.
3. اطاعت رسول ﷺ کا حکم..... 65.
4. اتباع رسول ﷺ کا حکم..... 67.
5. رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام..... 69.
- ☆ صلوٰۃ و سلام کا حکم..... 71.
6. وفات النبی ﷺ..... 72.
7. معاشرے پر کلمہ طیبہ کے اثرات..... 73.
8. خلاصہ کلام..... 79.
9. آخری بات..... 80.

کلمۃ الناشر

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَ
الْمُرْسَلِينَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ. آمَنَّا بَعْدُ!

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ))

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ 1۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
برحق نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ 2۔ نماز قائم کرنا۔ 3۔ زکوٰۃ ادا
کرنا۔ 4۔ بیت اللہ کا حج کرنا اور 5۔ رمضان کے روزے رکھنا۔“ (بخاری و مسلم)

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس کی توفیق سے ہم نے دین اسلام کے ان پانچ بنیادی
ارکان پر مشتمل پانچ مختصر مگر جامع کتب مرتب کرنے اور انہیں ”سلسلہ تفہیم الدین“ کے
عنوان سے شائع کرنے کا پروگرام بنایا۔ یہ کتب جہاں ہماری روزمرہ زندگی سے متعلق دینی
معلومات میں اضافہ کریں گی وہاں بعض ایسے امور کی جانب توجہ بھی مبذول کرائیں گی جنہیں
ہم اکثر و بیشتر بھولے رہتے ہیں۔ عصر حاضر میں عام قارئین نے بعض ایسی معاشی اور معاشرتی
مصروفیات میں اضافہ کر لیا ہے جن میں ضخیم اور محقق کتب پڑھنے کا موقع کم ہی ملتا ہے۔ ایسے ہی
لوگوں کے استفادہ کے لئے یہ سلسلہ کتب ترتیب دیا گیا ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ ان کتب کو
ایک خوبصورت پیکٹ کی شکل میں قارئین کی خدمت میں پیش کریں تاکہ دین اسلام کے ان
بنیادی ارکان پر مشتمل کتب کا ایک مجموعہ ہر گھر کی زینت بن سکے۔

یہ کتب جہاں بڑی عمر کے لوگوں کے لئے ترتیب دی گئی ہیں وہاں بچوں کی تعلیم و تربیت کے
پہلو کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے تاکہ وہ ان احکام و مسائل سے آگاہ ہوں جن سے ساری زندگی ان کا
واسطہ رہے گا۔ یہ کتب ان نو مسلموں کے لئے بھی مفید ہیں جو اسلامی عقائد اور عبادات کے

بارے میں بنیادی معلومات حاصل کرنے کی جستجو میں رہتے ہیں۔

اسلام میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلے کلمہ شہادت پڑھا جاتا ہے۔ یہ کلمہ پڑھنے والے کو کفر کی تمام تر نجاستوں سے پاک کر دیتا ہے۔ اس لئے اسے کلمہ طیبہ کہا جاتا ہے چونکہ اس میں اللہ وحدہ لا شریک کی توحید کا اقرار بھی ہے اس لئے اسے کلمہ توحید بھی کہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کو شعوری طور پر سمجھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اکثر لوگوں نے کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھائی اور ایسی غلط راہ پر چل نکلے جو انہیں کفر کے راستے پر گامزن کر گئی۔ کلمہ میں دوسری شہادت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا ہے۔ جن کے اسوۂ حسنہ اور سنت کو چھوڑ کر ایمان کی سلامتی ممکن ہی نہیں۔ کتاب میں انہی دو باتوں پر بحث کی گئی ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ جو لوگ ان کتب سے استفادہ کریں وہ انہیں بچوں سمیت تمام اہل خانہ کو پڑھنے کے لئے بھی دیں اور اپنے احباب کو بھی ان کتب کا مطالعہ کرنے کی دعوت دیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ ان کتب کے مطالعہ سے آپ اُن بہت سے مسائل سے آگاہ ہو جائیں گے جن کے لئے اہل علم سے رابطہ کیا جاتا ہے۔

اپنی بات مکمل کرتے ہوئے ہم اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ان کتب کے مؤلف ناشر اور ان تمام معاونین کو احسن جزاء عطا فرمائے جنہوں نے ان کی تیاری میں کسی بھی طریقے سے حصہ لیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کتب کو قبول عام عطا فرمائے اور قارئین ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی رحمت، فضل اور بخشش کے طلب گار ہیں۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَسَلَّمَ۔

ناشر

کلمۃ المؤلف

((الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ حَمَلَةً لِيَوَاءِ الدِّينِ، وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ مِنَ الْأُئِمَّةِ وَالْهُدَاةِ وَالِدُّعَاةِ وَالْأَتَقِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَعَلَى مَنْ سَلَكَ سَبِيلَهُمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ.)) أَمَّا بَعْدُ!

کلمہ طیبہ دین اسلام میں داخل ہونے کی کئی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو شخص اس کلمہ کو اخلاص نیت سے پڑھتا ہے اس کا صدق دل سے اقرار کرتا ہے اور اپنی زندگی اس کے تقاضوں کے مطابق بسر کرتا ہے اس کے لئے جنت کی خوشخبری رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے سنائی ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ہر رسول اور نبی نے سب سے پہلے لوگوں کو جس چیز کی دعوت دی وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی دعوت ہے۔ انہوں نے اسی کلمہ حق کو اپنا دستور العمل بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾

[الأنبياء: ۲۵]

”(اے پیغمبر) آپ سے پہلے جو بھی رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔“ (الانبیاء: 25)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

[النحل: ۳۶]

”ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“ (النحل: 36)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ بھی اسی کلمہ کی دعوت پیش کریں:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ وَمَا مِنَّ إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ [ص: ۶۵، ۶۶]

”(اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے! میں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں کہ نہیں کوئی معبود برحق مگر اللہ جو یکتا اور سب پر غالب ہے۔ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے اور ان ساری چیزوں کا مالک جو ان کے درمیان ہیں وہ زبردست بھی ہے اور بخشنے والا بھی۔“ (ص: 65، 66)

قرآن کریم نے لوگوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت اور بندگی کی دعوت دی ہے:

﴿وَاللَّهُ كُفُّهُ إِلَهِ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ [البقرة: ۱۶۳]

”(لوگو!) اور تمہارا معبود برحق تو بس ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ [البقرة: 163]

مندرجہ بالا تمام آیات کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک آسمانی دعوت ایک ہی رہی ہے لیکن انسان نے اپنی جہالت اور سرکشی کی بدولت اکثر و بیشتر اس دعوت سے اعراض کیا اور توحید کے معاملے میں ٹھوکر کھائی۔ کہنے کو تو لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک نہایت آسان سا کلمہ ہے لیکن اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اسے ہی نصیب ہوتا ہے جو اس کے لئے عزم صمیم کے ساتھ جدوجہد کرے اور اللہ تعالیٰ اسے توفیق بھی عطا فرمائے۔

اس کلمے کا دوسرا حصہ ”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ ہے۔ جس کی شہادت اللہ تعالیٰ نے یوں دی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ [آل عمران: ۱۴۴]

”(محمد ﷺ) صرف رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں۔“ (آل عمران: 144)

اسی کلمہ طیبہ کو قیامت تک نافذ کرنے کے لئے اپنے رسول کی بعثت پر سلسلہ نبوت کو ختم کرنے کا اعلان بھی فرمادیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾

[الأحزاب: ۴۰]

”(لوگو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے (سلسلہ نبوت کو) ختم کرنے والے ہیں۔“ (الأحزاب: 40)

کلمہ طیبہ میں جس طرح لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اس کے دوسرے حصے یعنی ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ پہلے حصے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں کسی غیر اللہ کو شریک تسلیم کیا جائے یا اس کی عبادت کی جائے تو یہ شرک باللہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے حصے میں محمد (ﷺ) کے سوا کسی دوسرے نبی کی نبوت یا رسول کی رسالت کو تسلیم کیا جائے یا آپ (ﷺ) کے حکم پر کسی امام، محدث یا فقیہ کے حکم کو ترجیح دی جائے یا اس کی اطاعت کی جائے تو گویا یہ نبوت اور رسالت میں شریک ٹھہرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صرف اپنی اور اپنے رسول (ﷺ) کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [آل عمران: ۱۳۲]

”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو؛ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ (آل عمران: 132)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کو اپنے دوسرے فرمان سے یوں محکم فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”سو تمہارے پروردگار کی قسم! جب تک لوگ اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں (اس کو خوشی سے مان لیں) تب تک مومن نہیں ہو سکتے۔“ (النساء: 65)

یعنی ایمان کی لازمی شرط یہ ہے کہ محمد ﷺ کے فرامین کو خوش دلی سے تسلیم کیا جائے۔

ایسے واضح فرامین کی موجودگی میں بھی اگر کوئی شخص یا قوم اللہ اور اس کے رسول سے بڑھ کر اُن سے بے اعتنائی کرتے ہوئے عزت اور نجات کی خواہاں ہے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وہ خام خیالی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے حق کی توفیق سلب کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنی اس حیثیت کو برقرار بھی رکھے۔ دنیا کی حقیر چیزوں کے سامنے جھکنے، دردر پر سجدے کرنے اور ٹھوکریں کھانے کی بجائے ایک اللہ رب العزت کے سامنے جھکے، جس سے اس کی عزت نفس میں شاندار اضافہ ہوتا ہے اور ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا تقاضا بھی پورا ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا ۛ

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

کلمہ طیبہ کی کچھ شرائط اور احکام ہیں، کچھ انفرادی اور اجتماعی مقاصد اور تقاضے ہیں۔ جنہیں سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کلمہ کا محض یہ تقاضا نہیں کہ اس کا صبح و شام ورد کیا جائے، حصول برکت کے لئے اسے بار بار دہرایا جائے۔ نہ اس کے تقاضوں کو پورا کیا جائے، نہ اس کے منج کے مطابق زندگی گزاری جائے، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ وہ صبح و شام اس کلمہ کا ورد تو بڑی جانفشانی سے کرتے ہیں لیکن عملی زندگی غیر شرعی انداز میں گزارتے ہیں۔

کلمہ طیبہ اپنے اندر ایک مکمل ضابطہ حیات رکھتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی اسی ضابطہ کاملہ کے مطابق گزارے اور کلمہ توحید کے تقاضوں کو پورا کرنے کی دعوت دوسروں تک بھی پہنچائے ورنہ ۛ

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ یعنی تمام طاغوتوں سے انکار اور ایک اللہ کے اثبات کا تذکرہ ہے۔ نیز لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے

تقاضوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے کا تعلق ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کی شہادت سے ہے۔ جس کا تقاضا تمام دنیاوی رہبروں کی رہبری سے انکار اور محمد ﷺ کی رہبری کو تسلیم کرنا ہے۔ اس حصے کے بھی کچھ تقاضے ہیں جن کی سیرت کے حوالے سے وضاحت کی گئی ہے۔

حاصل کتاب:

عبادت کس کی کرنی ہے؟ اور کیسے کرنی ہے؟ یہ دو سوال ایسے ہیں جن کا جواب ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہئے۔ اگر آپ کو ان دو سوالوں کا جواب معلوم نہیں تو اولین فرصت میں اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ تسلی بخش جواب مل جائے گا اور یہی کتاب کا حاصل ہے۔

کلمہ طیبہ کی تشریح و توضیح اس طرح کی گئی ہے کہ اسے پڑھنے اور عمل کرنے سے ان شاء اللہ مجھے اور اُمت مسلمہ کو فائدہ پہنچے گا۔ محققانہ طریق استدلال سے دامن بچاتے ہوئے سیدھے سادے انداز میں کلمہ طیبہ کی اہمیت و افادیت بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین کریں گے جن کی آراء کے منتظر رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے اس متواضع عمل میں برکت عطا فرمائے اسے شرف قبولیت سے نوازے اور اہل ایمان کو کلمہ طیبہ کے تقاضے سمجھنے اور انہیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی رہنمائی میں مجھے یہ کام کرنے کا حوصلہ ہوا۔ میں اپنے بیٹے حافظ حسن ایوب اور عبداللطیف کاشمیری فارغ التحصیل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کار خیر میں میری معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین)

محمد ایوب سپرا

ریاض، سعودی عرب

رمضان المبارک 1425ھ

ہر شے کی اصل حقیقت وہی ہو سکتی ہے جو اس کے نام کے اندر موجود ہو۔ دین الہی کی حقیقت، لفظ اسلام کے معنی میں پوشیدہ ہے۔ لفظ اسلام کے معنی اطاعت، انقیاد اور گردن نہا کر کسی چیز کے حوالہ کر دینے کے ہیں، پس اسلام کی حقیقت بھی یہی ہے کہ:

”انسان اپنے پاس جو کچھ رکھتا ہے، اُسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ انسان کی تمام قوتیں، تمام خواہشیں، تمام جذبات اور تمام محبوبات غرضیکہ سر کے بالوں کی جڑ سے لے کر پاؤں کے انگوٹھے تک جو کچھ اس کے اندر ہے اور جو کچھ اپنے وجود سے باہر اپنے پاس رکھتا ہے، سب کچھ ایک لینے والے کے سپرد کر دے۔ وہ اپنے تمام قوائے جسمانی و دماغی کے ساتھ اللہ کے سامنے جھک جائے اور ایک مرتبہ ہر طرف سے منقطع ہو کر اور اپنے تمام رشتوں کو توڑ کر، اس طرح گردن رکھ دے کہ پھر کبھی نہ اٹھے۔ نفس کی حکومت سے باغی ہو جائے، اور احکام الہیہ کا مطیع و منقاد۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میں کبیر المتعال ہوں۔“

پھر کون سی ہستی ہے جو اس کی کبریائی و جباریت کے آگے اپنے اندر اسلامی انقیاد کی ایک صدائے غجز نہیں رکھتی؟ زمین پر ہم چلتے ہیں اور آسمان کو دیکھتے ہیں۔ کیا یہ دونوں اسی حقیقت اسلامی کی طرف داعی نہیں ہیں؟

باب اول

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معانی

کلمہ طیبہ کا پہلا حصہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ توحید کے دو اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ پہلا نفی اور دوسرا اثبات میں ہے۔ نفی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق سے الوہیت کی صفات کی نفی کی جائے اور اثبات سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے الوہیت کو ثابت کیا جائے کہ وہی معبود برحق ہے اور اس کے علاوہ دیگر تمام الہ جنہیں لوگوں نے اپنا معبود بنا رکھا ہے سب کے سب باطل ہیں یہی توحید الوہیت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذَٰلِكَ يَٰأَيُّهَا اللَّهُ هُوَ الْحَقُّ وَأَنْتَ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ﴾

[الحج: 62]

”یہ (دعائیں سننا اور حالات سے باخبر رہنا) اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔“ (الحج: 62)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا مفہوم یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔ اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھا جائے۔ علاوہ ازیں ان چیزوں پر ایمان لایا جائے جو ان سے متعلق ہیں جیسے بعث و نشور، میزان، حوض کوثر، پل صراط اور جنت جہنم وغیرہ۔

مشرکین مکہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی جانتے تھے۔ انہیں معلوم تھا اس کلمہ کو پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ لات، منات اور عزیٰ کی عبادت کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اسے ہر معاملے میں حاکم مطلق تسلیم کیا جائے۔ وہ جانتے تھے کہ اس کلمہ کو پڑھنے سے ان کی قائم کردہ حکومتیں اور سرداریاں ختم ہو جائیں گی چنانچہ انہوں نے اس کلمہ کو پڑھنے سے انکار کر دیا۔

کلمہ طیبہ کو پڑھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والا یعنی شرک کی نفی اور توحید کا اقرار اور اس پر اعتقاد رکھنے والا ہی صحیح معنوں میں مسلمان ہے۔ جس شخص نے اس کلمہ کو دل کے اعتقاد

کے بغیر، ظاہری طور پر پڑھا، وہ منافق ہے اور جو کوئی زبان سے تو اس کلمہ کو پڑھے لیکن اس کے منافی مشرکانہ اعمال کا ارتکاب کرے، وہ مشرک ہے۔ اگرچہ وہ اس کلمہ کو بار بار دہرائے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں۔

کلمہ توحید کا محل اعراب:

یہ بات مسلمہ ہے کہ کسی لفظ کے معنی کو سمجھنا جملوں کے اعراب کی معرفت پر موقوف ہوتا ہے۔ اس لئے علماء کرام نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اعراب کے بیان کا اہتمام کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حرف ”لا“ جنس کی نفی کے لئے ہے اور لفظ ”إِلَهَ“ حرف ”لا“ کا اسم ہے جس کے آخری حرف پر زبر ہے اس کے بعد ایک لفظ محذوف ہے اور وہ لفظ ”حق“ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں نیز لفظ ”إِلَّا اللَّهُ“ خبر ہے اور لفظ ”اللَّهُ“ کے آخر میں پیش ہے اور لفظ ”إِلَهَ“ سے مراد وہ ذات ہے جس کی عبادت کے لئے قصد کیا جاتا ہے۔ وہ ایسی ذات ہے جس کی طرف دل رغبت کرتے ہیں اور اس کا قصد کرتے ہیں تاکہ کوئی فائدہ میسر آ سکے یا نقصان سے بچا جاسکے۔ نیز وہ لوگ غلطی پر ہیں جو ”لا“ کی خبر ”حق“ کے برعکس ”موجود“ یا ”معبود“ محذوف مانتے ہیں کیونکہ کثرت کے ساتھ بت اور قبریں وغیرہ موجود ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے لیکن صحیح اور سچا معبود تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے سوا دیگر تمام معبود باطل ہیں جن کی عبادت کرنا شرک ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ کا قول:

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی دلالت اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اثبات پر لفظ ”إِلَهَ“ کی دلالت سے زیادہ ہے کیونکہ ”إِلَهَ“ کا جملہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے معبودوں کی نفی نہیں کرتا جب کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کلمہ اس بات کا متقاضی ہے کہ صفت الوہیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو نیز اللہ تعالیٰ کے علاوہ (دیگر معبودوں) کی نفی ہو۔

قرآن وحدیث سے کلمہ طیبہ کی گواہی

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک ایسا عقد ہے جو انسان اپنے رب سے کرتا ہے، ایک ایسے رب سے جو سینے کے بھید جانتا ہے۔ جس کی گواہی قرآن کریم نے یوں دی:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [آل عمران: ۱۸]

”اللہ تعالیٰ انصاف کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں نیز فرشتے اور اہل علم بھی یہی گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔“ (آل عمران: 18)

اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ میں شرک سے برأت کا اظہار اور فرشتوں اور اہل علم کا عقیدہ بیان کیا ہے۔ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ اپنی حکمت کے ساتھ تمام طاغوتوں پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو مبعوث کرنے اور کتابوں کو نازل کرنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [الانبیاء: ۲۵]

”ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہم ان میں سے ہر ایک کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی معبود برحق ہوں پس صرف میری ہی عبادت کرو۔“ (الانبیاء: 25)

اس ذات باری تعالیٰ نے خود اپنی الوہیت کی خبر دی، فرمایا:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ [آل عمران: ۲]

”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے اور کائنات کو سنبھالنے والا ہے۔“
(آل عمران: 2)

اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَمْ شَرِيكٌ فِي الْمَلِكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذَّلِيلِ وَكِبَرُهُ تَكْبِيرًا﴾ [الاسراء: ۱۱۱]

”اور کہہ دیجئے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ وہ کمزور ہے کہ اسے کسی حمایتی کی ضرورت ہو اور تم اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتے رہو۔“ (الاسراء: 111)

اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت میں اپنا تعارف یوں کرایا:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا شَيْءٌ ۝ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [الإخلاص: ۱-۴]

”کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جانا اور نہ وہ کسی سے جانا گیا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔“ (الإخلاص: 1-4)

اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی صفات کا ایک ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے خود شہادت دی:

﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ الْغَيْبُ وَالشَّهَادَةُ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَلِيقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [الحشر: ۲۲-۲۴]

”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا

ہے۔ وہی ہے بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ نہایت پاک، سلامتی دینے والا، امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، عزت والا، عظمت والا، بڑائی والا، پاک ہے اللہ اس چیز سے جو شریک لاتے ہیں۔ وہی ہے اللہ پیدا کرنے والا، درست کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اسی کے لئے خوب صورت نام ہیں۔ پاکیزگی بیان کرتی ہے اس کے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔“ (الحشر: 22-24)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کے دوسرے حصے کی گواہی یوں دی:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح: ۲۹]

”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں رحمدل ہیں۔“ (الفتح: 29)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانے والوں کی گواہی یوں دی:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾

[محمد: ۲]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے۔“ (محمد: 2)

اور پھر شریعت محمدی کو قیامت تک نافذ کرنے کے لئے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے کا اعلان بھی فرمادیا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾

[الأحزاب: ۴۰]

”(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے محمد (ﷺ) کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے

رسول ہیں اور تمام نبیوں (کے سلسلہ نبوت) کو ختم کرنے والے ہیں۔“ (الاحزاب: 40)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ امِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى امِيرِي فَقَدْ عَصَانِي))

”جس نے میری اطاعت کی، درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، دراصل وہ اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوا، جس نے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی، گویا اس نے میری نافرمانی کی۔“
(مسلم: 4749)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی طرح تشہد بھی سکھایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے:

((التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوْتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ))

” (میری ساری) قوی، بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ کے لئے خاص ہیں۔ اے نبی آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے (دوسرے) نیک بندوں پر (بھی) سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔“

کلمہ طیبہ کا بلند ترین مقام

کلمہ طیبہ اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل ہے۔ اسے پڑھنے والا کفر کی تمام تر نجاستوں سے پاک کر دیا جاتا ہے، اسی لئے اسے کلمہ طیبہ کہا جاتا ہے۔ یہ تقویٰ کا کلمہ ہے، یہی وہ مضبوط آہنی کڑا ہے جسے ابراہیم علیہ السلام نے مضبوطی سے تھاماتھا، جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے یوں دی:

﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الزخرف: ۲۸]

”اور (ابراہیم علیہ السلام) اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات قائم کر گئے تاکہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں۔“ (الزخرف: 28)

یعنی اس کلمہ توحید ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کی وصیت اپنی اولاد کو بھی کر گئے۔ یہ کلمہ اخلاص ہے۔ یہ حق کی گواہی اور حق کی دعوت ہے نیز اس میں شرک سے برأت کا اظہار ہے۔ یہی کلمہ تخلیق کائنات کا سبب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶]

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔“ (الذاریات: 56)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے اس ارادہ شرعیہ تکلیفیہ کا اظہار ہے جو اس کو محبوب و مطلوب ہے کہ تمام جن و انس صرف اسی کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو ان کے مقصد حیات کی یاد دہانی کرائی جسے فراموش کرنے کی صورت میں آخرت میں سخت باز پرس ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بلند ترین مقصد کے لئے انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا تھا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾

[الانبیاء: ۲۵]

”(اے پیغمبر!) ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان میں سے ہر ایک کی

طرف ہم یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ایک ہی معبود برحق ہوں پس صرف میری ہی عبادت کرو۔“ (الانبیاء: 25)

شرف انسانی کی معراج یہ ہے کہ وہ ایک اللہ کو پکارتا ہے جو بلند ترین ہے۔ وہ اس کا خالق و مالک اور رازق ہے۔ انسان اسی کے لئے اپنی تمام تر انکساری عاجزی اور پستی کا اظہار کرتا ہے۔ جس کی تعلیم اسے اللہ رب العزت نے خود دی:

﴿قُلْ إِن صَلَائِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الأنعام: ۱۶۲]

”(اے پیغمبر) کہہ دیجئے اے شک میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا صرف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔“ (الأنعام: 162)

توحید کو ماننے کا بلند ترین مقام یہ ہے کہ انسان بندگی کی تمام صورتیں اور اپنا جینا مرنا سب اللہ رب العزت کے لئے خاص کر دے۔ یہی دعوت تمام انبیاء نے دی اور رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے بھی یہی کلمات کہلوائے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَفَرَ بِمَا يَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَرَّمَ مَالَهُ وَدَمَهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ))

”(جو شخص (زبان کے ساتھ) کلمہ توحید یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام باطل معبودوں کا انکار کرتا ہے تو اس کا مال اور اس کا خون (دوسروں پر) حرام ہے اور اس کا محاسبہ (صرف) اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔“ (مسلم)

انسان پر جو چیز سب سے پہلے فرض ہوتی ہے، وہ یہی کلمہ طیبہ ہے۔ ہر مشرک و کافر کو سب سے پہلے اسی کلمہ طیبہ کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس لئے اس کلمہ کو دین میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسی کلمہ طیبہ کی بنیاد پر تمام اعمال کا آمد ہوتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے سُبْحَانَ اللَّهِ اور اَلْحَمْدُ لِلَّهِ کہا اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہا، تو اس کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔“ (مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ))

”جو شخص یہ کلمات دن بھر میں سو مرتبہ پڑھے، اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کے لئے سونکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کے سوغناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اس روز دن بھر کے لئے شیطان سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور قیامت کے دن اس سے زیادہ عمدہ عمل کسی کے پاس نہ ہوگا، ہاں اگر کسی کے پاس یہی کلمات زیادہ تعداد میں ہوں۔“ (متفق علیہ)

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”بندوں میں سے کسی بندے پر اللہ تعالیٰ کا اس سے بڑا احسان اور کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کلمہ توحید کی معرفت عطا کی۔ کلمہ توحید کا مقام اہل جنت کے لئے اس طرح ہے جیسے دنیا کے لوگوں کے لئے ٹھنڈا پانی۔ جو شخص (صدق دل سے) اس کا اقرار کرے، اس کا مال اور اس کا خون محفوظ ہو جائے گا اور جو شخص اس کا انکار کرے گا تو اس کا مال اور اس کا خون غیر محفوظ ہوگا۔“

احادیث کی روشنی میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی فضیلت

کلمہ طیبہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سرفہرست ہے۔ ہر جن و بشر سب سے پہلے یہی کلمہ پڑھتا ہے جس سے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی فضیلت یہ ہے کہ موحّد آدمی کیسا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ضرور جنت میں جائے گا۔ جبکہ مشرک خواہ دنیا میں کتنے ہی رفاہی کام سرانجام دیتا رہے، دنیا میں تو اس کا فائدہ اٹھا سکتا ہے، آخرت میں اس کے لئے کوئی اجر و ثواب نہیں۔ یہاں ہم احادیث کی روشنی میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی فضیلت کے چند پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔

خلوص دل سے کلمہ توحید کا اقرار کرنے والا جنت میں جائے گا:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَادَقًا مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

”جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ سچے دل سے گواہی دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

خلوص دل سے کلمہ توحید کا اقرار عرش الہی سے قربت کا ذریعہ ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَطُّ مُخْلِصًا إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى تَقْضَىٰ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكِبَائِرَ))

”جب بندہ سچے دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے

بچتا رہے۔“ (ترمذی)

عقیدہ توحید پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

”جو شخص اس حال میں مرے کہ اسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا یقینی علم حاصل ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔“ (مسلم)

جس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا، جنت میں داخل ہوگا:

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا کہ آپ نے فرمایا:

((يَا مُعَاذُ! أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ، وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا أَبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لَا تُبَشِّرُهُمْ فَيَتَكَلَّمُوا))

”اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟“ میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت (بندگی) کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ کے ذمہ یہ حق ہے کہ جو بندہ شرک کا مرتکب نہ ہو وہ اسے عذاب نہ دے۔“ (معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ (اجازت ہو تو) لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں (اور عمل کرنا چھوڑ دیں)۔“ (صحیح بخاری)

اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے از خود یہ ذمہ داری قبول کی کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار کرنے والے کو عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ یہ نہ تو اس کی مجبوری ہے اور نہ اس پر کسی نے ذمہ داری ڈالی ہے اور نہ ہی انسانی فعل کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی انسان کے ساتھ شفقت و محبت کی انتہا ہے۔

کلمہ طیبہ نہایت مختصر اس کے الفاظ کم اور زبان سے ادا کرنے نہایت آسان ہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں دعا کرتے ہوئے عرض کیا: ”اے میرے پروردگار! مجھے ایسے دعائیہ کلمات سے آگاہ فرما جن سے میں تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعا مانگوں۔“ اللہ رب العزت نے فرمایا: ”اے موسیٰ کہو: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔“ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یہ کلمہ تو سبھی پڑھتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: ”اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ جو کچھ ان میں موجود ہے اور ساتوں زمینوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو دوسرے پلڑے میں تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والا پلڑا جھک جائے گا۔“ (مستدرک حاکم ابن حبان)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مرفوعاً ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ عرفہ (کے دن) کی دعا تمام دعائیہ کلمات سے بہتر ہے اور سب سے بہتر دعائیہ کلمات وہ ہیں جن کے ساتھ میں دعا کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام یہ دعا کرتے تھے:

((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ))

”صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں“ اسی کے لئے بادشاہت ہے، اسی کے لئے ہر قسم کی حمد و ثناء ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (ترمذی)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تمام گناہوں پر حاوی ہے:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”میری اُمت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے بلایا جائے گا اور اس کے سامنے اس کے (برے) اعمال کے ننانوے دفاتر پھیلا دیئے جائیں گے۔ ہر دفتر کی وسعت تاحد نظر ہوگی۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو ان اعمال میں سے کسی عمل کے ارتکاب سے انکار کرتا ہے؟ وہ جواب دے گا: اے میرے پروردگار! نہیں۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا اپنے ان اعمال پر تجھے کچھ عذر ہے؟ یا تیری کوئی نیکی ہے؟ وہ ڈرتے ہوئے جواب دے گا: بالکل نہیں۔ چنانچہ اسے آگاہ کیا جائے گا کہ کیوں نہیں! بلاشبہ ہمارے پاس تیرے اعمال صالحہ ہیں اور تجھ پر ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان اعمال صالحہ میں سے کاغذ کا ایک پرزہ نکالا جائے گا جس پر تحریر ہوگا: ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأُشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“ وہ شخص کہے گا: ”اے میرے پروردگار! ان دفاتر کے مقابلہ میں اس پرزہ کی کیا حیثیت ہے؟“ اسے کہا جائے گا کہ ”تجھ پر ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔“ چنانچہ ان تمام دفاتر کو ایک پلڑے میں اور کاغذ کا پرزہ وزنی ثابت ہوگا۔“ (جامع ترمذی)

کفار کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ کی دعوت دی جائے گی:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو معلم و قاضی بنا کر یمن بھیجا تو فرمایا:

((أَدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ

وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا ذَلِكَ فَاعْلَمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي
أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ))

”لوگوں کو (پہلے) اس بات کی دعوت دینا کہ ’نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور
پھر یہ کہ میں (یعنی محمد) اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ یہ مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ
نے ہر دن رات میں اُن پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اسے بھی مان لیں تو پھر انہیں
بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مال پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول
کی جائے گی اور ان کے فقراء کو دی جائے گی۔“ (صحیح بخاری)

غیر مسلم کلمہ طیبہ کا اقرار کر لے تو اسے قتل کرنا منع ہے:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حرقات (ایک
گاؤں کا نام) میں ایک لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ہم نے جبینہ قبیلے سے صبح کے وقت جنگ کی۔ ایک
آدمی سے میرا سامنا ہوا تو اُس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا لیکن میں نے اسے برچی سے مار
ڈالا۔ (بعد میں) میرے دل میں تشویش پیدا ہوئی (کہ میں نے غلط کام کیا یا صحیح) تو میں نے
نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”کیا اُس کے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کے بعد تو نے اسے قتل کر ڈالا؟“ میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ ﷺ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تو
نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ تجھے پتہ چل گیا اس نے خلوص دل سے کلمہ پڑھا تھا یا
نہیں؟“ پھر آپ ﷺ بار بار یہی بات ارشاد فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے
آرزو کی کہ کاش! میں آج کے روز مسلمان ہوا ہوتا۔“ (مسلم)

کلمہ طیبہ ایسا مضبوط کڑا ہے جسے تھام لینے والے کو کوئی ڈر نہیں۔ اس کا تعلق براہ راست اللہ
تعالیٰ سے قائم ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی صراطِ مستقیم ہے جو دنیا و آخرت میں کامیابی کی راہ پر گامزن کر
دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی

کی طرف لے آتا ہے۔

یہی وہ کلمہ ہے جس کے سبب مخلوق دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ اس کلمہ کے ماننے والے مؤمن اور اس کا انکار کرنے والے کافر کہلاتے ہیں۔ قیامت کے روز کلمہ طیبہ اور اس کے حقوق کے بارے میں سوال ہوگا اور انسانوں کا محاسبہ کیا جائے گا۔ جزا و سزا کے فیصلوں کا دار و مدار بھی اسی کلمہ پر ہوگا۔ یہی وہ مرکزی نکتہ ہے جس پر کعبہ کی عمارت قائم ہے اور اسی پر ملت اسلامیہ کی بنیاد استوار ہے۔ اسی کلمہ کو بلند رکھنے کے لئے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے تلواروں کو میانوں سے نکالا جاتا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے متعلق حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کے اقوال:

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ اپنے معروف رسالے ”کلمۃ الإخلاص“ میں کلمہ طیبہ یا کلمہ توحید کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆ کلمہ توحید جنت کے حصول کے لئے قیمت کی حیثیت رکھتا ہے۔

☆ جس شخص کی زبان پر اس کی زندگی کے آخری لمحات میں کلمہ توحید ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

☆ کلمہ توحید دوزخ سے نجات دلانے والا ہے۔

☆ کلمہ توحید تمام نیکیوں میں سے عظیم نیکی ہے۔

☆ کلمہ توحید گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔ مؤمن کے دل میں ایمان کے درخت کو ہر ابھرا رکھتا ہے اور گناہوں کے دفاتر پر بھاری ہوتا ہے۔

☆ کلمہ توحید تمام پردے ختم کرتے ہوئے اللہ عز و جل کی بارگاہ میں رسائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کلمہ کا ذکر کرنے والے انسان کی تصدیق فرماتا ہے۔

☆ انبیاء علیہم السلام نے جن باتوں کو افضل قرار دیا ہے ان تمام سے یہ کلمہ افضل و بلند ہے۔

☆ کلمہ توحید تمام اذکار سے افضل ہے۔

☆ کلمہ توحید کو تمام اعمال پر فضیلت حاصل ہے۔ اس کا ورد کرنے والا شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔

☆ کلمہ توحید قبر کی وحشت اور میدان حشر کی ہولناکیوں سے بچانے والا ہے۔

☆ ایمان والے جب قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے تو کلمہ توحید ان کا شعار ہوگا یعنی وہ کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اُٹھیں گے۔

☆ کلمہ توحید پڑھنے والوں نے اگر اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہوگی اور اس وجہ سے انہیں دوزخ میں داخل کر دیا گیا ہوگا تو آخر کار انہیں اس کلمہ کی وجہ سے دوزخ سے نکال کر ضرور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

☆ کلمہ توحید کے فضائل میں سے ایک خاص فضیلت یہ ہے کہ جو شخص اس کا حق ادا کرتا ہے قیامت کے دن اس کے اعزاز میں جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جنت کے جس دروازے سے بھی وہ داخل ہونا چاہے گا اس کا استقبال کیا جائے گا۔

توحید کی اقسام اور اس کے بنیادی تقاضے

توحید کے لغوی معانی کسی چیز کو ایک بنانا ہے اور اس کا شرعی مفہوم اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات و صفات اور معبود برحق ہونے میں یکتا سمجھنا ہے۔ توحید کی ضد 'الإِشْرَاکُ' یعنی اللہ کی ذات و صفات اور عبادات میں کسی دوسرے کو بھی حصہ دار سمجھنا ہے۔ 'الإِشْرَاکُ بِاللَّهِ' کو مختصر الفاظ میں 'شُرک' بھی کہا جاتا ہے۔ توحید کے اثبات سے شرک کا رد از خود ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات کو دل و جان سے تسلیم کرنا، اُن کی اتباع اور تعظیم کرنا توحید کے بنیادی تقاضے ہیں۔ توحید اور اس کی اقسام کو سمجھے بغیر دین کے ان بنیادی تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان اقسام اور تقاضوں کا علم حاصل کیا جائے جو درج ذیل ہیں:

1. توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام افعال میں ایک مانا جائے۔ اس کے افعال میں کسی کو شریک نہ تسلیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال دو چیزوں میں کارفرما ہوتے ہیں۔ ایک تخلیق میں اور دوسرے تدبیر میں۔ یہ ایمان رکھنا کہ جس قدر کائنات ہے اس کی تخلیق اور اس کا نظام چلانے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو رب کائنات ہے، یعنی وہ پیدا کرنے والا پرورش کرنے والا اور نظام کائنات کو چلانے والا ہے۔ وہ رزق کی تنگی و کشائش، موت و زندگی، عزت و ذلت اور صحت و بیماری دینے والا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَرَ وَمَنْ يُخْرِجَ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجَ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ﴾

[یونس: ۳۱]

”آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے، کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار

میں سے بے جان کو نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ 'اللہ'، (یونس: 31)

توحید ربوبیت میں تخلیق اور تدبیر کو ایک ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات تو تسلیم کرتے ہیں لیکن تدبیر اور اس نظام کار کو چلانے کا معاملہ وہ غیر اللہ میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

2. توحید الوہیت:

توحید الوہیت یہ ہے کہ بندے کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی صفت عبودیت و عظمت اور تقدس و کمال میں یکتا شمار کیا جائے۔ عبادت، اطاعت اور عجز و نیاز کے جتنے کام ہیں سب اللہ وحدہ لا شریک کے لئے خاص کئے جائیں۔ عبادت قلبی بھی ہوتی ہے اور جسمانی بھی۔ قلبی عبادات میں اُمید، خوف، محبت، توکل اور انابت وغیرہ شامل ہیں جب کہ جسمانی عبادت میں سجدہ و رکوع، نذر و نیاز، ذبیحہ و قربانی اور دعا و استغاثہ وغیرہ شامل ہیں۔ غرض انسان کے تمام امور عبادت صرف اللہ عز و جل کے لئے مختص ہوں۔

3. توحید اسماء و صفات:

توحید اسماء و صفات سے مراد اللہ تعالیٰ کے ان تمام بابرکت ناموں اور صفات کو ایک اللہ کے لئے خاص ماننا ہے جو قرآن مجید یا سنت مطہرہ سے ثابت ہیں۔ جیسے رحمن، رزاق اور اس کی صفات چہرہ آنکھ ہاتھ پنڈلی آنا جانا، عرش پر مستوی ہونا نیز وہ اسماء و صفات جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا، اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا پر اترنا اور ہنسنا وغیرہ۔ ان اسماء و صفات کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں بغیر کسی تکلیف و تحریف و تعطیل کے اور بلا تشبیہ و تمثیل تسلیم کیا جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ”اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے۔“ وہ کیسے نازل ہوتا ہے؟ وہ اس طریقے سے نازل ہوتا ہے جو اس کے شایان شان ہے۔

یہ بات تسلیم کی جائے کہ اس کی کوئی مثل ہے نہ مثال اور نہ اس کی ذات و صفات میں کسی دوسرے کو شریک کیا جاسکتا ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے۔ اُس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ سب سے پوچھ سکتا ہے اُس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ وہ ہر کام میں حائل ہو سکتا ہے اُس کے کام میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔ اُس کی اس جیسی بے شمار صفات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوری: ۱۱]

”کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“ (الشوری: 11)

قرآن پاک کے آغاز میں سورہ فاتحہ میں توحید کی تینوں اقسام کا تذکرہ یوں ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾

”سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان

نہایت رحم کرنے والا۔ بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے۔“ (الفاتحہ: 2-4)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد و ثناء کے بعد اپنی ربوبیت کا ذکر فرمایا، پھر رحمن و رحیم ہونے کے ذکر کے ساتھ ساتھ دنیا میں جن کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوئی ان کی تسلی و توفی کے لئے فرمایا: ﴿مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ ہوں۔ اس دن میں ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی معاش اور معیشت کا بندوبست کیا اور ہر قسم کے نفع و نقصان کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور ان صفات میں وہ بالکل یکتا ہے۔ وہ رحمن اور رحیم ہے۔ اس کی رحمت سے بارش ہوتی اور پانی بہتا ہے جس پر تمام مخلوقات کی حیات کا دار و مدار ہے اور اس کی رحمت کی اس جیسی بے شمار مثالیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہر صفاتی نام میں اس کی مکمل قدرت پنہاں ہے جس طرح کا صفاتی نام ہو اسی طرح کی توحید میں وہ مکمل صفت کے ساتھ جلوہ گر بھی ہے، یعنی تمام صفاتی اسماء اپنے اندر ایک جامع نظام رکھتے ہیں۔ لہذا توحید اسماء و صفات کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں اسی طرح تسلیم کیا جائے جس طرح قرآن اور احادیث میں وارد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا بیان

اللہ تبارک و تعالیٰ کی لاتعداد صفات ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر قرآن کریم میں استفہامیہ انداز میں آیا ہے کہ انسان ان پر غور و فکر کرے اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ اُسے کس کے سامنے دست سوال دراز کرنا چاہئے۔ مثلاً:

☆ اللہ تعالیٰ قریب اور مجیب ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾

[البقرة: ۱۸۶]

”اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو ان کو بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب بھی مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔“ (البقرة: 186)

یعنی اگرچہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے اور نہ اپنے حواسِ خمسہ سے مجھے محسوس کر سکتے ہو لیکن یہ خیال مت کرو کہ میں تم سے دور ہوں۔ میں عرش پر مستوی ہوتے ہوئے بھی اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہوں کہ وہ جب چاہے مجھ سے عرض معروض کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ دل ہی دل میں وہ جو کچھ مجھ سے گزارش کرتا ہے میں اسے بھی سن لیتا ہوں اور صرف سنتا ہی نہیں، فیصلہ بھی صادر کرتا ہوں۔ جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو تم نے اپنی نادانی سے میری الوہیت اور ربوبیت میں شریک بنا رکھا ہے، ان کے پاس تمہیں دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے، بے شمار بے اختیار باطل معبودوں کے دروازوں پر مارے مارے پھرتے ہو۔ وہ نہ تو تمہاری شنوائی کر سکتے ہیں اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ تمہاری درخواستوں پر کوئی فیصلہ صادر کر سکیں۔ لہذا تم اپنی اس نادانی کو چھوڑ دو کہ صرف اور صرف میں ہی اس کائنات کا فرمانِ روائے مطلق، تمام اختیارات اور تمام طاقتوں کا مالک ہوں۔ میں تم سے اتنا قریب ہوں کہ تم خود بغیر کسی واسطے، وسیلے اور سفارش کے براہ

راست ہر وقت اور ہر جگہ اپنی حاجات پیش کر سکتے ہو۔ میں تمہیں جو دعوت دے رہا ہوں اس پر لبیک کہہ کر میرا دامن تھام لو میری طرف رجوع کرو مجھ پر بھروسہ کرو اور میری بندگی میں آ جاؤ۔

☆ ذات باری تعالیٰ ہر آن ہمارے ساتھ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [الحديد: ٤]

”وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور اللہ جو کام بھی تم کرتے ہو اسے دیکھ رہا ہے۔“ (الحديد: 4)

سورہ مجادلہ میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدَنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ [المجادلة: ٧]

”کیا تم کو خبر نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے؟ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے ساتھ چوتھا اللہ تعالیٰ نہ ہو یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے ساتھ چھٹا اللہ تعالیٰ نہ ہو۔ خفیہ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ جہاں کہیں بھی وہ ہوں اللہ (اپنے علم اور قدرت سے) ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے روز وہ ان کو بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔“ (المجادلة: 7)

سورہ ق میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلَهُ مَا تَوَسَّوْهُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾

[ق: ١٦]

”اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم

جانتے ہیں۔ ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“ (ق: 16)

سورہ مؤمن میں فرمایا:

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾

”اللہ تعالیٰ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔“ (المؤمن: 19)

ان آیات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ اور ﴿إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ کم و بیش چودہ مرتبہ اپنے اپنے مضمون کی مناسبت سے مختلف مقامات پر اپنے علیم و خیر ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ اللہ آسمان پر ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک لونڈی سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے۔ اس واقعہ سے ان لوگوں کے عقیدے کی تردید ہوتی ہے جو اللہ کی ذات کو ہر جگہ موجود سمجھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بذاتہ آسمانوں پر ہے لیکن اس کا علم ہر جگہ موجود ہے۔

☆ نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمَسُّكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [الأنعام: 17]

”اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے یا بیمار کر دے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان یا بیماری سے بچا سکے اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (الأنعام: 17)

مزید فرمایا:

﴿وَمَنْ يَمَسْسْكَ اللَّهُ يَضُرَّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [یونس: ۱۰۷]

”اگر اللہ تعالیٰ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“ (یونس: 107)

☆ اللہ تعالیٰ اولاد دینے والا ہے:

﴿يَلَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذَّكَورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُمْ عَلِيمٌ فَذِيرٌ﴾ [الشوری: ۴۹، ۵۰]

”اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔“ (شوری: 49، 50)

”یہ اللہ تعالیٰ کی مطلق بادشاہی کا کھلا ثبوت ہے۔ کوئی انسان خواہ وہ بڑے سے بڑے دنیاوی اقتدار کا مالک بنا پھرتا ہو یا روحانی اقتدار کا مالک سمجھا جاتا ہو کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں کو اولاد دلوا سکے۔ دوسروں کو تو دور کی بات ہے خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے بانجھ کر دیا وہ کسی علاج معالجے اور تعویذ گنڈے سے اولاد والا نہ بن سکا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا اور جسے اللہ تعالیٰ نے لڑکے ہی لڑکے دیئے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پاسکا۔ اس معاملہ میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں مختار کل ہونے کا زعم رکھے یا کسی دوسری ہستی کو اختیارات میں دخیل سمجھے تو یہ اس کی کم عقلی

ہے جس کا خمیازہ وہ خود بھگتے گا۔ کسی کے اپنی جگہ کچھ سمجھ بیٹھنے سے حقیقت میں ذرہ برابر بھی تغیر واقع نہیں ہوتا۔“ (تفہیم القرآن)

مزید فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

[آل عمران: 6]

”وہی تو ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے اس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی اور الہ نہیں ہے۔“ (آل عمران: 6)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿يَتَأْتِيَ الْإِنْسَانَ مَا عَرَفَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّنَكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾ [الانفطار: 6-8]

”اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے تک سک سے درست کیا، تجھے مناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔“ (الانفطار: 6-8)

مولانا مودودی رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”اول تو اس محسن پروردگار کے احسان و کرم کا تقاضا یہ تھا کہ انسان شکر گزار اور احسان مند ہو کر اس کافروں پروردگار بننا اور اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اسے شرم آتی، مگر وہ اس دھوکے میں پڑ گیا کہ وہ جو کچھ بھی بنا ہے خود ہی بن گیا ہے اور یہ خیال اسے کبھی نہ آیا کہ اس وجود کے بخشنے والے کا احسان مانے۔ دوسرا انسان کے رب کا یہ کرم ہے کہ دنیا میں جو کچھ وہ چاہتا ہے، کر گزرتا ہے اور ایسا نہیں ہوتا کہ جو نبی اس سے کوئی خطا سرزد ہو وہ اس پر فالج گرا دے یا اس کی آنکھیں اندھی کر دے یا بجلی گرا دے لیکن انسان نے اس کریمی و کمزوری سمجھ لیا اور اس دھوکے میں پڑ گیا کہ اس کے اللہ کی صفات میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔“

غور کیا جائے تو اس دھوکے میں مبتلا ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ انسان کا وجود خود بتا رہا ہے کہ وہ خود بخود نہیں بن گیا۔ اس کے ماں باپ نے بھی اسے نہیں بنایا، عناصر کے آپ سے آپ جڑ جانے سے بھی اتفاقاً تو انسان بن کر پیدا نہیں ہو گیا بلکہ ایک اللہ تعالیٰ نے اسے اس مکمل انسانی شکل میں ترتیب دیا ہے۔ اس کے سامنے ہر قسم کے جانور موجود ہیں جن کے مقابلے میں انسان کی بہترین ساخت اور افضل و اشرف قوتیں صاف نمایاں ہیں۔ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ اس کو دیکھ کر انسان کا سر بار احسان سے جھک جاتا اور اس رب کریم کے مقابلے میں کبھی نافرمانی کی جرأت نہ کرتا۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا رب صرف رحیم و کریم ہی نہیں ہے، جبار و قہار بھی ہے۔ جب اس کی طرف سے کوئی زلزلہ یا طوفان یا سیلاب آ جاتا ہے تو انسان کی ساری تدبیریں اللہ کے فیصلے کے مقابلے میں ناکام ہو جاتی ہیں۔

انسان کو یہ تو معلوم ہے کہ اس کا رب حکیم و دانا ہے۔ اس کی حکمت و دانائی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جسے عقل دی جائے، اسے اعمال کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا جائے۔ جسے اختیارات دیئے جائیں اس سے حساب بھی لیا جائے کہ اس نے اپنے اختیارات کو کیسے استعمال کیا۔ جسے اپنی ذمہ داری پر نیکی اور بدی کرنے کی طاقت دی جائے، اسے نیکی پر جزا اور بدی پر سزا بھی دی جائے۔ یہ سب حقیقتیں انسان کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اپنے رب کریم کی طرف سے جس دھوکے میں انسان پڑ گیا ہے اس کی کوئی معقول وجہ موجود ہے۔ انسان خود جب کسی کا افسر ہوتا ہے تو اپنے ایسے ماتحت کو کمینہ سمجھتا ہے جو اس کی شرافت اور نرم دلی کو کمزوری سمجھ کر اس کے سر چڑھ جاتا ہے۔ اس لئے انسان کی اپنی فطرت یہ گواہی دینے کے لئے کافی ہے کہ مالک کا کرم ہرگز اس کا موجب نہیں ہونا چاہئے کہ بندہ اس کے مقابلے میں اتنا جری ہو جائے اور اس غلط فہمی میں پڑ جائے کہ میں جو کچھ چاہوں کر گزروں، میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔“ (تفہیم القرآن)

قرآن کریم سے ہی ایک دوسری مثال ملاحظہ فرمائیں:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا

تَعَسَّلَهَا حَمَلَتْ حَمَلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ ءَاتَيْنَا صَلِحًا لَتَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا ءَاتَيْنَهُمَا صَلِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا ءَاتَاهُمَا فَفَعَلَى اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿[الأعراف: ۱۸۹، ۱۹۰]﴾

”وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے وہ لئے لئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے مل کر اللہ اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح سالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی اس بخشش و عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے اللہ بہت بلند و برتر ہے ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“ (الأعراف: 189، 190)

مندرجہ بالا آیات میں مشرکین کی جاہلانہ گمراہیوں پر تنقید کی گئی ہے۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ نوع انسانی کو ابتداء وجود بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہے جس سے خود مشرکین کو بھی انکار نہیں۔ پھر ہر انسان کو انفرادی طور پر وجود عطا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس بات کو بھی مشرکین جانتے ہیں۔ عورت کے رحم میں نطفہ کو ٹھہرانا، پھر اس خفیف سے نطفہ کو حمل میں پرورش کر کے ایک زندہ بچے کی صورت دینا، پھر اس بچے کے اندر طرح طرح کی قوتیں اور قابلیت و دیعت کرنا، اور اس کو صحیح سالم انسان بنا کر پیدا کرنا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ عورت کے پیٹ میں بندر یا سانپ یا کوئی اور عجیب الخلق حیوان پیدا کر دے یا بچے کو پیٹ ہی میں اندھا بہر انگڑا والا بنا دے یا اس کی جسمانی و ذہنی اور نفسانی قوتوں میں کوئی نقص رکھ دے تو کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس ساخت کو بدل ڈالے۔ اعضاء کی ساخت میں تبدیلی تو بڑی بات ہے انسان کو تو اتنا بھی اختیار نہیں کہ کم از کم جسم کی کالی رنگت کو ہی گوری رنگت میں تبدیل کر دے۔ اس حقیقت سے مشرکین بھی اسی طرح آگاہ ہیں جس طرح موحدین۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زمانہ حمل میں ساری اُمیدیں اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں

کہ وہی صحیح و سالم بچہ پیدا کرے گا لیکن اس پر بھی جہالت و نادانی کی طغیانی کا یہ حال ہے کہ جب اُمید برآتی ہے اور چاند سا بچہ نصیب ہو جاتا ہے تو شکریے کے لئے نذریں اور نیازیں کسی دیوی، کسی اوتار، کسی ولی اور کسی حضرت کے نام پر چڑھائی جاتی ہیں اور بچے کو ایسے نام دیئے جاتے ہیں کہ گویا وہ اللہ کے سوا کسی اور کی عنایت کا نتیجہ ہے، مثلاً حسین، بخش، پیر بخش، پیراں دتہ، عبدالرسول، عبدالعزی وغیرہ۔

اس مقام پر ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی مذمت کی ہے وہ عرب کے مشرکین تھے اور ان کا قصور یہ تھا کہ وہ صحیح و سالم اولاد پیدا ہونے کے لئے تو اللہ ہی سے دعا مانگتے تھے، مگر جب بچہ پیدا ہو جاتا تھا تو اللہ کے اس عطیہ میں دوسروں کو شکریے کا حصہ دار ٹھہرا لیتے تھے۔ بلاشبہ یہ حالت بھی نہایت بری تھی لیکن اب جو شرک اسلام کے دعویداروں میں پایا جاتا ہے، وہ اس سے بھی بدتر ہے۔ یہ تو اولاد بھی غیروں ہی سے مانگتے ہیں، حمل کے زمانے میں منتیں بھی غیروں ہی کے نام کی مانتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد نیاز بھی انہی کے آستانوں پر چڑھاتے ہیں۔ اس پر بھی زمانہ جاہلیت کے عرب مشرک تھے اور یہ توحید والے ہیں۔ اُن کے لئے جہنم واجب تھی اور ان کے لئے نجات کی گارنٹی ہے۔ اُن کی گمراہیوں پر تنقید کی زبانیں تیز ہیں مگر ان کی گمراہیوں پر کوئی تنقید کر بیٹھے تو مذہبی درباروں میں بے چینی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ (تفہیم القرآن)

☆ حکومت، عزت، ذلت، رزق سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے:

﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۚ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمْتِ وَتُخْرِجُ الْمَمْتِ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِعَزَاجِحِكَابِ﴾ [آل عمران: ۲۶، ۲۷]

”کہو! اے اللہ! اے مالک الملک، تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین

لے، جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلیل کرے، بھلائی تیرے اختیار میں ہے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے اور بے جان میں سے جاندار کو۔ اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔“ (آل عمران: 26، 27)

☆ موت کا وقت اور معین مقام اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَيَنَّمَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّسَيَّدَةٍ﴾ [النساء: ۷۸]
 ”تم جہاں کہیں بھی ہو، موت تمہیں آئے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔“ (النساء: 78)
 نیز فرمایا:

﴿قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ﴾
 [آل عمران: ۱۵۴]

”کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہو تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی ہے وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آئیں گے۔“ (آل عمران: 154)

مزید فرمایا:

﴿فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [الأعراف: ۳۴]
 ”پس جب ان کا وقت آتا ہے، (تو) ایک ساعت بھی پیچھے نہیں رہتے اور نہ آگے نکلتے ہیں۔“ (الأعراف: 34)

سورہ منافقون میں ہے:

﴿وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المنافقون: ۱۱]
 ”اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہیں دیتا، جب اس کا وعدہ آ جائے اور اللہ کو تمہارے

لے جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلیل کرے بھلائی تیرے اختیار میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے اور بے جان میں سے جاندار کو۔ اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔“ (آل عمران: 26، 27)

☆ موت کا وقت اور معین مقام اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكَكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ﴾ [النساء: ۷۸]

”تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آئے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔“ (النساء: 78)

نیز فرمایا:

﴿قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ﴾

[آل عمران: ۱۵۴]

”کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہو تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی ہے وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آئیں گے۔“ (آل عمران: 154)

مزید فرمایا:

﴿فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [الأعراف: ۳۴]

”پس جب ان کا وقت آتا ہے (تو) ایک ساعت بھی پیچھے نہیں رہتے اور نہ آگے نکلتے ہیں۔“ (الأعراف: 34)

سورہ منافقون میں ہے:

﴿وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المنافقون: ۱۱]

”اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہیں دیتا جب اس کا وعدہ آ جائے اور اللہ کو تمہارے

سب کاموں کی خبر ہے۔“ (منافقون: 11)

ہمارا یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جب انسان بیمار ہوتا ہے تو صحت کے لئے اپنے مادی اور روحانی وسائل کی پوری طاقت صرف کر دیتا ہے۔ اگر کسی مقامی ڈاکٹر کے علاج سے آرام نہیں آتا تو دوسرے شہروں میں ڈاکٹروں کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ حتیٰ کہ دوسرے ممالک میں ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقام موت پر جا پہنچتا ہے اور پھر جس کی مہلت پوری ہو چکی ہوتی ہے اس کو وہیں موت آ جاتی ہے۔

اور پھر خود بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم حتیٰ کہ لقمان، افلاطون، بقراط، سقراط، جالینوس، اور بوعلی سینا جیسے علم طب کے موجد بھی اپنے اپنے وقت پر چپ چاپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کسی نے دم نہیں مارا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

موت نے کر دیا لاچار و گرنہ انساں ہے وہ خود سر کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

☆ ہدایت اور گمراہی من جانب اللہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي﴾ [البقرہ: ۲۷۲]

”لوگوں کو ہدایت دینا تمہارے ذمہ نہیں ہے، ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔“ (البقرہ: 272)

اور ہدایت کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کو ارشاد ہوا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ [القصص: ۵۶]

”(اے نبی) تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔“ (القصص: 56)

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہادی ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿وَإِنَّكَ لَهْدَىٰ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [الشوری: ۵۲]

”اور بیشک آپ سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔“ (الشوری: 52)

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ہر کسی کو سیدھی راہ پر گامزن کر کے ہی چھوڑتے ہیں بلکہ آپ کے ذمہ ہدایت کا راستہ بتلانا ہے۔ ہدایت کی توفیق صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر انبیاء کے اختیار میں ہدایت دینا ہوتا تو سب سے پہلے:

☆ حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو ہدایت دیتے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو ہدایت دیتے اور

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقیقی چچا ابوطالب کو ہدایت بخشے۔

☆ ہر قسم کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے:

اسباب کے تحت اگر کوئی مدد پہنچے تو وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرمایا:

﴿وَأَتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾ [البقرة: ۲۵۳]

”ہم نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو ظاہر معجزے عطا فرمائے اور ہم نے روح القدس کے ساتھ اس کی مدد کی۔“ (البقرة: 253)

اللہ تعالیٰ کی ایسی بے شمار صفات ہیں۔ ان صفات کا زبانی طور پر نہ تو پہلے انکار کیا جاتا تھا اور نہ آج انکار کیا جاتا ہے لیکن عملی طور پر پہلے بھی انکار کیا جاتا رہا اور آج اسلام کا دعویٰ کرنے والے خود اس قدر واضح آیات کی تلاوت کرنے کے بعد عملی انحراف کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

مشرکین مکہ اور عرب کفار کا عقیدہ

مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ ایک اللہ ہے جو خالق و مالک ہے۔ آسمان سے پانی برساتا ہے۔ وہ علیم و خبیر ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ روزی و رزق کا بندوبست کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح کی بہت سی صفات کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُن کے اس عقیدے کا کئی بار تذکرہ کیا اور ان کی اصلاح کی خاطر سوال و جواب کی صورت میں مکالمہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾

[الزخرف: 9]

”اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے اس زبردست علم والے نے ہی اُن کو پیدا کیا ہے۔“ (الزخرف: 9)

دوسرا سوال خود ان کے بارے میں تھا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ [الزخرف: 87]

”اور اگر ان سے پوچھو کہ خود انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ پھر کہاں سے یہ دھوکا لہا رہے ہیں؟“ (الزخرف: 87)

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [العنكبوت: 63]

”اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا؟ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ کہو الحمد للہ (سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں) مگر اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔“ (العنكبوت: 63)

وہ اللہ تعالیٰ کو رزاق، سمیع و بصیر، زندگی اور موت دینے والا اور نظام عالم کی تدبیر کرنے والا

تسلیم کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَرَ وَمَنْ يُخْرِجُ
الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ
أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴾ [یونس: ۳۱]

”ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی
قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور کون بے جان
سے زندہ کو نکالتا ہے؟ کون اس نظام عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔
کہو پھر کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو؟“ (یونس: 31)

وہ اللہ تعالیٰ کو بروبحر پر قادر مطلق تسلیم کرتے تھے:

﴿ قُلْ مَنْ يُنْجِيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّيِّنَ أَنْجَيْنَا مِنْ هَذِهِ
لَتَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴾ [الأنعام: ۶۳، ۶۴]

”(اے محمد ﷺ) آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کے ظلمات سے نجات
دیتا ہے۔ تم اسے پکارتے ہو عاجزی اور چپکے چپکے کہ اگر تو ہم کو ان سے نجات دے
دے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ (الأنعام: 63، 64)

﴿ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا بَجَدَتْهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِيذَاهُمْ
يُشْرِكُونَ ﴾ [العنكبوت: ۶۵]

”جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو
خالص کر کے پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے
ہیں۔“ (العنكبوت: 65)

ان آیات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مشرکین مکہ ذات باری تعالیٰ کے منکر نہیں تھے۔ وہ

توحید ربوبیت کے قائل تھے بلکہ اسے خالق کائنات اور اپنا پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا جانتے تھے اور مصیبت کے وقت خالص اسی کو پکارتے تھے کسی لات، منات یا ہبل کی دہائی نہیں دیتے تھے اور نہ ہی خضر علیہ السلام سے مدد طلب کرتے تھے بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ہم ان بتوں کی اس لئے پرستش کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچادیں۔ قرآن کریم نے ان کا عقیدہ بیان کیا:

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾
[الزمر: ۳]

”خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا (سچا) فیصلہ اللہ (خود) کرے گا۔“ (الزمر: 3)

جب یہ واضح ہو گیا کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ ہی کو خالق، رازق اور مدبر کائنات مانتے تھے تو پھر وہ دوسروں کی عبادت کیوں کرتے تھے؟ اس کا جواب وہ یہ دیتے تھے کہ شاید ان کے ذریعے ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہو جائے یا اللہ کے ہاں یہ ہماری سفارش کر دیں۔

موجودہ دور میں اسی فعل کے مرتکب یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ وہ شرک کر رہے ہیں یا وہ حق پر نہیں ہیں۔ بالعموم دنیا بھر کے مشرکین یہی کہتے ہیں کہ ہم دوسری ہستیوں کی عبادت انہیں خالق سمجھتے ہوئے نہیں کرتے، خالق تو ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں اور اصل معبود اسی کو سمجھتے ہیں لیکن اس کی بارگاہ بہت بلند ہے جس تک ہم جیسے گنہگاروں کی رسائی بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے ہم ان بزرگ ہستیوں کو ذریعہ بناتے ہیں تاکہ یہ ہماری دعائیں اور التجائیں اللہ تعالیٰ تک پہنچادیں اور مشرکین مکہ کا بھی کچھ اسی طرح کا عقیدہ تھا۔

اللہ کسے کہتے ہیں؟

دنیا میں جس قدر الہامی اور غیر الہامی مذاہب ہیں ان سب میں اللہ کا تصور کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا رہا ہے اور آج بھی تقریباً تمام مذاہب کسی نہ کسی رنگ میں اللہ کا تصور رکھتے ہیں لیکن ایک حقیقی اللہ کا سب سے مکمل عقیدہ اسلام میں ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت ہے جس میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر دین اسلام سے ایک حقیقی اللہ کا عقیدہ نکال دیا جائے تو اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح تصوراتی اور خیالاتی مذہب بن کر رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء یہ ہے کہ انسان جان لے اور اس کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اللہ کسے کہتے ہیں! صرف ایک اللہ کو تسلیم کرنے اور عقیدہ رکھنے کا مفہوم کیا ہے؟ ذیل میں قرآن کریم کی چند آیات بیان کی جاتی ہیں جن میں ایک سچے اللہ کی صفات کا فرمانظر آتی ہیں، جنہیں انسان کبھی جھٹلا نہیں سکتا۔ یہ جھنجھوڑ دیئے والا انداز انسانی کج فہمی کے لئے کافی ہے۔

☆ وہ بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے:

﴿وَاللَّهُ كَرِيمٌ ۝ وَحْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ [البقرة: 163]

”تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت مہربان

نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ (البقرة: 163)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سچے اللہ کی صفات یہ ہیں کہ وہ بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اب رحم تو وہ کرے گا جو حالات سے واقف ہوگا۔ جو خود اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا، وہ کسی پر کیا رحم کرے گا! اسی طرح مہربانی وہ کرے گا جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور جو خود محتاج ہو وہ دوسروں پر کیسے مہربان ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ رحم کی صفت سے مراد کمال رحم ہے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو رحیم کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ انسانوں میں بھی یہ صفت پائی جاتی ہے لیکن اللہ کی صفات رحمن اور رحیم کا انسانوں کی صفت رحم سے کوئی نسبت نہیں۔

☆ آسمانوں سے پانی کون نازل کرتا ہے؟

﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَبَاقٍ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِذِي فَتْنٍ لِّقَوْمٍ يَعِدُونَ﴾ [النمل: ٦٠]

”بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی بہایا پھر اس کے ذریعہ سے وہ خوشنما باغ اُگائے جس کے درختوں کا اُگانا تمہارے بس میں نہ تھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الہ بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟“
(النمل: 60)

☆ زمین و آسمان کو تھامنے والا کون ہے؟

﴿أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِذِي فَتْنٍ لِّقَوْمٍ يَعِدُونَ﴾ [النمل: ٦١]

”یا وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کئے اور اس میں (پہاڑوں) کی میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیئے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟“ (النمل: 61)

☆ بے قرار کی دعا کون سنتا ہے؟

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُ لَكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِذِي فَتْنٍ لِّقَوْمٍ يَعِدُونَ﴾ [النمل: ٦٢]

”کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ بھی (یہ کام کرنے والا) ہے۔“ (النمل: 62)

☆ آسمانوں سے پانی کون نازل کرتا ہے؟

﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا أَلَمْ يَكُنْ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعِدُونَ﴾ [النمل: 60]

”بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی بہایا پھر اس کے ذریعہ سے وہ خوشنما باغ اُگائے جس کے درختوں کا اُگانا تمہارے بس میں نہ تھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الہ بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟“
(النمل: 60)

☆ زمین و آسمان کو تھا منے والا کون ہے؟

﴿أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَادًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا أَلَمْ يَكُنْ مَعَ اللَّهِ﴾ [النمل: 61]

”یا وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کئے اور اس میں (پہاڑوں) کی میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیئے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟“ (النمل: 61)

☆ بے قراری کی دعا کون سنتا ہے؟

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَلَمْ يَكُنْ مَعَ اللَّهِ﴾ [النمل: 62]

”کون ہے جو بے قراری کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟“ (النمل: 62)

☆ ہواؤں کو خوشخبری کا ذریعہ بنا کر کون بھیجتا ہے؟

﴿أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتٍ أَلْبَرًا وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ أَوَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ اللَّهُ﴾ [النمل: ۶۳]

”اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت (بارش) کے آگے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الہ بھی (یہ کام کرتا) ہے؟“ (النمل: 63)

☆ مخلوق کو پیدا کرنے اور رزق دینے والا کون ہے؟

﴿أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ اللَّهُ﴾ [النمل: ۶۴]

”کیا وہ جو مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دے رہا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟“ (النمل: 64)

☆ غیب کا علم کون جانتا ہے؟

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ [النمل: ۶۵]

”ان سے کہہ دیجئے! آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور وہ (تمہارے معبود تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔“ (النمل: 65)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے درج ذیل سوال کئے ہیں:

1. آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟
2. بارش کون برساتا ہے؟
3. کھیتیاں، سبزیاں اور باغات کس نے اُگائے؟

4. زمین کو کس نے جائے قرار بنایا؟ اور اس میں دریا اور چشمے کس نے رواں کئے؟

5. پہاڑوں کی میخیں کس نے گاڑیں؟

6. پانی کے ذخیرے میں تلخ اور شیریں، گرم اور سرد کے درمیان پردہ کس نے حائل کیا؟

7. کون ہے جو بے قرار کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور تکلیف رفع کرتا ہے؟

8. تمہیں زمین میں خلافت اور حکومت کون عطا فرماتا ہے؟

9. کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے؟

10. کون اپنی رحمت (بارش سے پہلے ٹھنڈی ہواؤں) کو بارش کی خوشخبری دے کر بھیجتا ہے؟

11. کون ہے جس نے خلق کی ابتدا کی (یعنی تخلیق کائنات کی)؟

12. کون ہے جو ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے (یعنی اس کی نسل چلاتا ہے)؟

13. اور کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟

ان تمام سوالوں کا ایک ہی جواب تھا کہ ہاں ایک حقیقی اللہ موجود ہے، جس میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہیں اور ان افعال و صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ صفات صرف اُسے ہی حاصل ہیں اور اسی کے شایان شان ہیں۔ اور اس ایک سچے اللہ کی اس طرح کی بے شمار صفات ہیں۔

اس ذات باری تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت روئے زمین پر انسان کو بسایا اور اس کی روزی کا بندوبست اس طرح کیا کہ ہر نسل کو ہر چیز یوں تازہ ملتی ہے جس طرح یہ سب کچھ صرف اس کے لئے ہی بنایا گیا ہے، پہلی نسلیں تو محروم ہی تھیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہر انسان کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھا تھا ملتا رہا۔ ہاں یہ انسان ہے کہ وہ اپنی نادانی میں اس عظیم رب کائنات کے ساتھ شرک کرتا رہا، الا ماشاء اللہ۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی شرائط

کلمہ طیبہ کی کچھ لازمی شرائط ہیں جن کو پورا کئے بغیر یہ کلمہ فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ ان شرائط کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے حرز جان بنالینا چاہئے۔ شرائط یہ ہیں:

1. علم:

کسی چیز کے بارے میں حقیقی ادراک اور اس کا اقرار کرنا، یعنی دل سے جاننے اور زبان سے اقرار کرنے کا نام علم ہے۔ جس نے صرف لفظی طور پر جانا، اس کے معنی نہ جانے اور اس کے تقاضوں سے بے خبر رہا، اس کا علم اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ اس لئے کہ اس نے نہ تو اعتقاد رکھا اور نہ اس پر غور و فکر کیا جس طرح صرف زبان سے کلام کرنا فائدہ نہیں پہنچاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾ [محمد: ۱۹]

”اللہ تم لوگوں کی آمد و رفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔“ (محمد: 19)

مزید فرمایا:

﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [الزخرف: ۸۶]

”ہاں (مستحق شفاعت وہ ہیں) جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو۔“ (الزخرف: 86)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس شخص کو موت آگئی اور وہ لا الہ الا اللہ کو جانتا اور مانتا بھی ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ (رواہ مسلم)

اور اس کے معانی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور عبادت ہر اس چیز کا نام

ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہو اور جس سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہو اور ظاہری اور باطنی اعمال سے اس بات کا اظہار بھی ہوتا ہو۔

2. یقین:

کمال علم کا اعلیٰ درجہ یقین ہے اس کے مقابل شک اور ریب ہے۔ اگر انسان دلیل کے ساتھ ساتھ دلیل کنندہ بھی رہا ہو اور اس کے مطابق یقین جازم پر بھی ہو تو اسے ایسا یقین کامل فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے کہ یقین کے بغیر ایمان کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الحجرات: ۱۶]

”کہہ دیجئے! کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو اللہ ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“
(الحجرات: 16)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اس بات کی گواہی دینا کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر اللہ تعالیٰ اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس بندے کو ان دونوں میں شک نہ ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔“ (مسلم)

3. اخلاص:

اخلاص کی ضد شرک ہے۔ یا یوں کہیں کہ ریا کاری اور شرک سے بچنا اخلاص ہے۔ یعنی اعمال کی نیت کی اصلاح کے ساتھ ساتھ شرک کی تمام قسموں سے بچنا اخلاص ہے۔ اس کی دلیل لا الہ الا اللہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ [الزمر: ۳]

”خبردار دین خالص اللہ کے لئے ہے۔“ (الزمر: 3)

مزید فرمایا:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [البینہ: ۵]

”اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔“ (البینہ: 5)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے روز میری شفاعت ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے لا الہ الا اللہ خالصاً اور خلوص دل کے ساتھ کہا۔“ (بخاری)

4. حُب:

اللہ تعالیٰ سے محبت سب محبتوں پر غالب ہو، اس شرط کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّوهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرہ: ۱۶۵]

”اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت زیادہ سخت ہیں۔“ (البقرہ: 165)

یعنی اہل ایمان اپنے رب کے ساتھ محبت میں زیادہ کچے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اس کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں اور اپنی خواہشات کی مخالفت کرتے ہیں۔ جو اللہ سے بغض رکھے، اُس سے بغض رکھتے ہیں اور اللہ کے لئے دوستی اور دشمنی رکھتے ہیں۔ اس کے رسول کی اتباع کرتے ہیں اور اس کے نقش قدم پر چلتے اور ہدایت قبول کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس میں تین خصلتیں پائی جائیں، اس نے ایمان کی حلاوت کو پالیا۔ اگر کسی سے محبت

کرے تو اللہ کی خاطر اور اگر کسی سے بغض رکھے تو اللہ کی خاطر اور کفر میں لوٹ جانے کو اتنا ہی ناپسند کرے جس قدر آگ میں پھینک دیئے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔“ (متفق علیہ)

5. صدق:

صدق کی ضد جھوٹ ہے اور جھوٹ نفاق کی علامت ہے۔ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا اگر کسی سے بات کرتا ہے تو سچے دل سے بات کرتا ہے اور اس کا دل زبان کی تصدیق کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾

[العنکبوت: 3]

”ان سے پہلے گزرے ہوں کو بھی ہم نے خوب جانچا، یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں۔“ (العنکبوت: 3)

مزید فرمایا:

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ [الزمر: 33]

”اور جو شخص سچے دین کو لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پارسا ہیں۔“ (الزمر: 33)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ایسا کوئی (شخص) نہیں جس نے سچے دل کے ساتھ اس بات کی گواہی دی ہو کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی۔“ (بخاری و مسلم)

6. انقیاد:

اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا، فرض اعمال بجالانا، اس کی رضا کا حصول اور

اس کے منافی چیزوں کو ترک کرنا انقیاد کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلُمُوا لَهُ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾
 ”تم (سب) اپنے پروردگار کی طرف جھک جاؤ اور اس کی حکم برداری کئے جاؤ اس
 سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔“ (الزمر: 54)

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ
 وَإِلَى اللَّهِ عِاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [لقمان: ۲۲]

”اور جو (شخص) اپنے منہ کو اللہ کی طرف متوجہ کر دے اور ہو بھی وہ نیکو کار یقیناً اُس نے
 مضبوط کڑا تھام لیا، تمام کاموں کا انجام اللہ کی طرف ہے۔“ (لقمان: 22)

7. قبول:

قبول جس کی ضد رد کرنا ہے۔ یہ اُس کے لئے کہا جاتا ہے جس نے حق پہچان بھی لیا لیکن
 تعصب اور تکبر کی بنا پر اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ [الصافات: ۳۵]
 ”یہ وہ (لوگ) ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی
 کرتے تھے۔“ (الصافات: 35)

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کی باطل
 تاویلوں کو واضح کر دیا اور اس کا اصل سبب ان کا تکبر بٹھرایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اس ہدایت اور علم کی مثال ان
 بادلوں جیسی ہے جن میں بہت زیادہ پانی ہو اور جو زمین پر آئے۔ جس کا کچھ حصہ زرخیز
 زمین پر بر سے جس سے ہر طرح کی سبزی گھاس اُگ آئے اور کچھ کھایاں تھیں (یعنی

زمین اچھی نہ تھی مگر کھائیوں میں پانی جمع کر لیا گیا تب اللہ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ پس انہوں نے یہ پانی پیا، پلایا اور زراعت کی اور بعض حصہ بخر سخت شوردار تھا جو نہ تو پانی جمع رکھ سکا اور نہ کوئی چیز اُگا سکا۔ جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے، اس کو پیتے اور اس سے زراعت کرتے اور لوگوں کے لئے اس (بارش) میں دوسرے فائدے ہوں۔“

ان شرائط سے یہ مقصود نہیں کہ صرف لفظی طور پر دو باتوں کی شہادت دے دی جائے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ اس کے معنی سمجھے جائیں اور وہ عمل کیا جائے جس کا یہ دین تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دو شہادتیں تو صرف اعمال قبول ہونے کی اساس ہیں۔ اس وقت تک عمل درست نہیں ہوگا جب تک اللہ کے ساتھ اخلاص اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ کی گئی ہو۔ یہ ہے لا الہ الا اللہ کا مفہوم اور یہی اُس اکیلے کی عبادت کے حقوق ہیں۔

عبادت کس کی کرنی ہے؟ اور کس طرح کرنی ہے؟ ان سوالوں کا ایک ہی جواب ہے کہ اس ذات باری تعالیٰ کے نمائندے سے پوچھو جو اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں بولتے جب تک اللہ تعالیٰ خود بات نہ بتا دے۔ وہ جس طرح بتائیں، اس پر عمل کیجئے۔ اگر ان شرائط کو چھوڑ دیا جائے گا تو گمراہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ بے بنیاد عمارت دیر پا نہیں ہو سکتی۔ علم صرف جاننے والے سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کیا آپ علیم وخبیر کے نمائندے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے اب بھی قائل نہیں ہوئے؟

((شَهَادَةُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ))

”گواہی دینا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔“

باب دوم

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (ﷺ)

کلمہ طیبہ کے دوسرے حصے ”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کی گواہی دینا اور ایمان لانا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح پہلے حصے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی گواہی دینا اور ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے حصے پر ایمان لائے لیکن دوسرے حصے پر ایمان نہ لائے تو اس کا ایمان قابل قبول نہیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے ”رسول“ ہیں۔ اس بات پر ایمان لانا ایمان کی اساس ہے بلکہ اس اساس ہے۔ آپ کی رسالت پر علم و یقین کے ساتھ ایمان لانا اور اس بات کی شہادت دینا کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں جن و انس اور عرب و عجم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ آپ اشرف المخلوقات اور آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں۔ نیز آپ کی یہ تمام صفات عمل سے بھی ثابت کرنا ضروری ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی صفات یہ ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا۔ آپ کے ذمہ امت کے نام اللہ کا پیغام پہنچانا تھا جب آپ نے وہ کام مکمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس واپس بلا لیا۔ جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾ [آل عمران: ۱۴۴]

”محمد (ﷺ) صرف رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟“ [آل عمران: 144]

حضرت محمد ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنا سچے دین کو تسلیم کرنا ہے:

﴿وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَءَامَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾

[محمد: 2]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے۔“ (محمد: 2)

اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر یہ احسان ہے کہ اس نے ان کی ہدایت کے لئے ایک رسول بھیجا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِسْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ [آل عمران: 164]

”بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“ (آل عمران: 164)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے والد اور اولاد سے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔“ (مسلم)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت اور مطلق محبت کے ساتھ آپ کے حقوق ادا کرنا۔ اس بات کی گواہی دینا کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی اتباع کرنا، جن باتوں کا آپ نے حکم دیا، وہ کرنا اور جن کاموں سے منع کیا، ان سے رک جانا ہی شہادتین ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یہ کلمہ دو باتوں پر مشتمل ہے۔ پہلی اللہ تعالیٰ کا ’رسول‘ ہونے کی گواہی دینا اور دوسری آپ کے ’حکم کے مطابق عمل کرنا‘ کیونکہ رسول اطاعت کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ

رسول اللہ ﷺ کون ہیں:

آپ سید ولد آدم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت شعب بنی ہاشم مکہ مکرمہ میں موسم بہار میں 9 ربیع الاول بمطابق 22 اپریل 571ء واقعہ عام الفیل کے 55 روز بعد بروز پیر صبح صادق کے وقت ہوئی۔ ولادت سے قبل والد کا انتقال ہو چکا تھا، یعنی آپ یتیم پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ کا نام سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے اسماء گرامی:

رسول اللہ ﷺ کے دو صفاتی نام محمد اور احمد ہیں، جب کہ آپ کے متعدد صفاتی اسماء کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ آپ نے اپنے پانچ اسماء کا ذکر فرمایا جن میں سے دو آپ کے ذاتی اسم ہیں۔ باقی اسماء آپ کے منصب پر دلالت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میرے پانچ نام ہیں۔ میں ’محمد‘ ہوں، میں ’احمد‘ ہوں، میں ’حاجی‘ (مٹانے والا) ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں ’حاشر‘ (اٹھانے والا) ہوں، قیامت کے روز قبر سے سب سے پہلے میں سر اٹھاؤں گا۔ میرے بعد سب لوگ اٹھائے جائیں گے، اور میں ’عاقب‘ (پیچھے آنے والا) ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ کا بچپن:

رضاعت کی ذمہ داری والدہ ماجدہ کے بعد ابولہب کی لونڈی ثویبہ اور پھر مکمل ذمہ داری حلیمہ سعدیہ نے نبھائی۔ آپ چار سال تک حلیمہ سعدیہ کے پاس رہے۔ اسی دوران سیزہ مبارک چاک کئے جانے کا واقعہ پیش آیا تو حلیمہ سعدیہ نے مکہ مکرمہ میں آپ کو والدہ آمنہ کے حوالے کر

دیا۔ جب آپ سات سال کی عمر کو پہنچے تو والدہ ماجدہ کا مدینہ اور مکہ کے درمیان ابواء کے مقام پر انتقال ہو گیا، آٹھ سال کی عمر میں دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔ چچا ابوطالب کی کفالت میں آئے تو ان کی مالی حالت کمزور تھی۔ لہذا چھوٹی عمر میں ہی بھیڑ بکریاں پالنے کا شغل اپنانا پڑا۔

حضرت محمد ﷺ کی سیرت بچپن ہی سے درخشاں پہلو لئے ہوئے تھی۔ آپ مشرکین مکہ کے درمیان رہتے ہوئے نہ تو بت پرستی میں شریک ہوئے نہ شراب پی اور نہ کسی اور لغو کام میں مشغول ہوئے۔ بیت اللہ کی تعمیر کے دوران حجر اسود کا قضیہ احسن انداز میں حل کر کے اپنی عقل و دانشمندی کا ثبوت فراہم کیا۔ قیام امن و نگرانی حقوق کی انجمن کا قیام اور حلف الفضول آپ کی معاشرتی فلاحی کاموں میں دلچسپی کے درخشاں باب ہیں۔ اہل مکہ نے آپ کو امین اور صادق کا لقب دیا۔

جوانی اور شادی:

جوان ہوئے تو تجارت کی طرف رغبت بڑھی لیکن سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے مکہ کی مالدار معروف و محترم خاتون خدیجہ کے سرمایہ سے شام کا تجارتی سفر کیا۔ امانت و دیانت اور خلق کے اس عظیم پیکر کو خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے خود نکاح کا پیغام بھیجا یوں پچیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی، جب کہ اس وقت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی عمر چالیس سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لطن سے پہلا فرزند قاسم، پھر زینب، پھر رقیہ، پھر ام کلثوم، پھر عبد اللہ اور پھر فاطمہ عطا فرمائے۔

بعثت:

حضرت محمد ﷺ چالیس سال ایک دن کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ پہلی وحی جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے غار حرا میں نازل ہوئی جو مکہ کے قریب واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفْرَأَ بِأَسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۖ أَفَرَأَ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ

بِالْقَلَمِ ۖ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾ [العلق: ۱-۵]

”(اے نبی ﷺ) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون

کے کو تھڑے سے پیدا کیا۔ تو پڑھتا رہا، تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔“ (علق: 1-5)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود اپنے رسول (ﷺ) کی رسالت کی شہادت دی:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝﴾ [الأحزاب: ۴۰]

”لوگو! محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“ (الأحزاب: 40)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے منصب کا ذکر یوں فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝﴾ [الأحزاب: ۴۵، ۴۶]

”اے نبی (ﷺ)! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر۔“ (الأحزاب: 45، 46)

جس قدر منصب بڑا تھا، آزمائش بھی اتنی ہی بڑی آئی۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی تبلیغ سے اپنے بیگانے ہو گئے۔ خاندان کیا، پورا مکہ دشمن ہو گیا۔ امین اور صادق کہنے والے جادوگر اور دیوانہ کہنے لگے۔ شعب بنی ہاشم میں تین سال کی شدید ترین قید کی صعوبتیں، طائف کے بازاروں میں اوباشوں کی فقرہ بازی اور سنگ باری جیسے دل دہلا دینے والے واقعات سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ ساتھی بھی وہ بنے جو خود اپنی حفاظت کرنے سے قاصر تھے۔ تیرہ سال کی محنت سے جو چند ساتھی میسر آئے، ان کی سلامتی کے لئے انہیں مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دینا پڑا۔ پھر خود بھی اپنے وطن مولود اُم القرئی کو خیر باد کہہ کر سفر ہجرت باندھا۔ مشرکین نے مدینہ منورہ میں بھی سکھ کا سانس نہ لینے دیا اور دس سالہ مدنی دور میں ستائیس غزوات اور سرے لڑنے پڑے۔ خود اپنی زندگی میں سترہ مرتبہ دشمن کے جان لیوا حملوں کا سامنا کرنا پڑا۔ محسن انسانیت ﷺ نے تیس سال شبانہ روز محنت

اور مشقت کی ایسی مثالیں پیش کی جس کی دنیا کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ ہاں! اللہ سبحان و تعالیٰ نے آپ کے اسوہ حسنہ کی تعریف اور اپنا بندہ قرار دے کر آپ کی تمام تھکن اتار دی۔

نبوت کے شروع زمانہ میں نازل ہونے والی مختصر سورۃ العصر نے دعوت و تبلیغ اور کامیابی کا ایک کڑا اور صبر آزما قاعدہ کلیہ بیان کر دیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اس کلیہ پر عمل کئے بغیر دین و دنیا کی کامیابیوں کا تصور محال ہے۔ اگرچہ کامیابی اور ناکامی کا یہ معیار دنیاوی معیار سے بالکل جدا اور منفرد ہے، ایک دنیا دار آدمی اس معیار کو سمجھنے سے قاصر ہے لیکن حق بات وہی تھی جو فرمادی گئی، جس کو تھامے بغیر راہ نجات میسر نہیں آ سکتی۔ دین اسلام نے انسان کو آفاق میں گم ہونے کی بجائے آفاق کو ایک مؤمن میں گم ہونے کا فلسفہ دیا۔ اس آفاق میں کتنی ہی قوموں کے عروج و زوال کی داستانوں کے عبرت ناک اور نصیحت آموز تذکرے حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے سامنے اس لئے رکھے تاکہ وہ ان سے نصیحت حاصل کرے۔

کامرانیاں اور رفیق الاعلیٰ کی طرف سفر:

دعوت و تبلیغ میں لگاتار محنت اور جدوجہد کے بعد جب فتوحات کا دور شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر کا حج کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے بنی نوع انسان کو ایک اللہ وحدہ لا شریک کا وہ سبق یاد دلایا جو اُس نے اپنی جہالت سے گم اور تعصب سے ٹھکرا دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ جامع خطبہ قیامت تک کے لئے ایک منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی دعوت، توحید اور اخلاق حسنہ پر مشتمل تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں اتمام مکارم اخلاق کی دعوت لے کر آیا ہوں۔“

مؤمن کے لئے یہ دنیا قید خانہ اور کافروں کے لئے جنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو تو جنت الفردوس میں ہی سکھ کا سانس آتا تھا، چنانچہ سفر آخرت کی تیاری شروع ہو گئی اور عین اس وقت جب کامیابیوں کا سورج طلوع ہو چکا تھا آپ ﷺ نے رفیق الاعلیٰ کے ہاں اپنے مقام کو پسند فرمالیا۔

اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم

اطاعتِ رسول ﷺ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے ہر حکم کو مکمل طور پر اور غیر مشروط تسلیم کیا جائے۔ آپ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ آپ نے اپنی امت کے سامنے اسلامی تعلیمات کا جو عملی نمونہ پیش کیا، اللہ تعالیٰ نے اسی کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ لہذا اطاعتِ رسول فرض ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكُمْ فَحْذَوْهُ وَمَا تَنْهَكُم عَنْهُ فَأَنْهَوْا﴾ [الحشر: ۷]

”اور جو چیز رسول (ﷺ) تمہیں پیش کر دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے تمہیں روک دیں، اس سے رک جاؤ۔“ (الحشر: 7)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اہل ایمان سے فرما دیں:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ [النور: ۵۲]

”جو بھی اللہ تعالیٰ کی، اُس کے رسول کی فرماں برداری کریں، خوفِ الہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں۔“ (النور: 52)

گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کی لازمی شرط یہ ہے کہ اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے۔ اطاعت ہی کے زمرے میں اپنے تمام اختلافی معاملات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کا حکم دیا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ [النساء: ۵۹]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو

جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔“ (النساء: 59)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰]

”جس نے رسول کی اطاعت کی پس بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“ (النساء: 80)

اور اپنے رسول ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ۳، ۴]

”اور وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے۔ یہ تو ایک وحی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے۔“ (النجم: 3، 4)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میری ساری اُمت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! انکار کس نے کیا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی، گویا اس نے انکار کیا۔“ (بخاری)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے اسے عین حق قرار دیا۔ اس لئے ہمارے لئے اب کوئی راستہ نہیں کہ ہم رسول کی اطاعت کو پس پشت ڈال کر کسی اور کی اطاعت کا تصور بھی کریں۔ اطاعت کا مفہوم یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کام خود کیا ہے یا کرنے کا حکم فرمایا، اس کو بعینہ کیا جائے۔ اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہ کی جائے اور نہ ہی تاویلوں کا سہارا لیتے ہوئے مفہوم بدلنے کی کوشش کی جائے۔ نیکی کا کوئی کام ایسا نہیں جس کی تعلیمات رسول اللہ ﷺ نے نہ دی ہوں اور خود کر کے نہ دکھایا ہو۔

اتباع رسول ﷺ کا حکم

حضرت محمد ﷺ کے ہر عمل میں ان کی پیروی کرنے کا نام اتباع رسول ہے۔ اطاعت اور اتباع میں فرق یہ ہے کہ حکم صادر ہونے کے بعد اس پر خندہ پیشانی سے عمل کرنے کو اطاعت کہا جاتا ہے اور اتباع، حکم کے بغیر تقاضائے محبت آپ کے نقش قدم پر چلنے کا نام ہے۔ لہذا اتباع کا درجہ اطاعت سے کہیں بلند ہے جبکہ تقلید بغیر دلیل کے ہوتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو تقلید نہیں کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا حکم دیا اور آپ ہی کی زبان مبارک سے پوری امت کو اس کا فائدہ بھی بتا دیا:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾

[آل عمران: ۳۱]

”(اے نبی ﷺ) لوگوں سے کہہ دیں اگر تم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔“ (آل عمران: 31)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مجمل اصول نازل فرمائے جنہیں مکمل طور پر سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ جوڑا اور آپ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کے لئے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے۔ کسی شخص کا اتباع رسول کے بغیر ایمان ہی قابل قبول نہیں، اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ ﴾ [النساء: ۶۵]

”(اے رسول! تمہارے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا (حکم) نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس

پراپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں۔“ (النساء: 65)

رسول ﷺ کی اطاعت سے ہی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے اور اللہ کی رضا کا بلند ترین مقام ایک حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

”اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے، میں اس کو یہ خبر دے رہا ہوں کہ میں اس سے لڑوں گا اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں سے کوئی عبادت مجھے اس سے زیادہ پسند نہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ اور میرا بندہ (فرض ادا کرنے کے بعد) نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو حال یہ ہوتا ہے کہ میں اس کا کان ہوتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ چاہتا ہے تو اس کو محفوظ رکھتا ہوں اور مجھے کسی کام میں، جس کو میں کرنا چاہتا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا، جتنا اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو (بوجہ جسمانی تکلیف) برا سمجھتا ہے اور مجھے کبھی اسے تکلیف دینا پسند نہیں۔“ (بخاری)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ (معاذ اللہ) وہ اللہ بن جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا تابع احکام الہی ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی فعل شریعت و احکام الہی کے خلاف نہیں ہوتا۔ اس کے کان، اس کی آنکھیں اس کے ہاتھ سب رضائے الہی کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اس کا کوئی قدم رضائے الہی کے خلاف نہیں اٹھتا۔ شیطانی تسلط اس سے دفع ہو جاتا ہے اور اس کے سب اعضاء اور ساری قوتیں از خود اللہ کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگ جاتی ہیں اور یہی اتباع و اطاعت رسول ﷺ کا مدعا اور تقاضا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع میں وہ ساری باتیں آ جاتی ہیں جو ادب و احترام کے زمرے میں آتی ہیں۔ تاہم اس سلسلے میں قرآن کریم کی دو آیات ملاحظہ فرمائیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَأَنْقُضُوا اللَّهَ إِنْ اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَلُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝﴾
[الحجرات: ۱، ۲]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو! اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی (ﷺ) کے ساتھ اونچی آواز سے بات نہ کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے (بات) کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کر یا سب غارت ہو جائے، اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔“ (الحجرات: 1، 2)

ان دو آیات میں تین باتوں سے منع کیا گیا ہے:

1. اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو، یعنی اُن سے آگے بڑھ کر نہ چلو، پیچھے چلو، مقدم نہ بنو، تابع بن کر رہو! اللہ اور اس کے رسول سے بے نیاز ہو کر خود مختاری کی روش اختیار نہ کرو اور نیکی اور بھلائی کے کاموں میں رسول کریم سے زیادہ بزم خود نیک بننے کی کوشش نہ کرو۔
2. اپنی آواز کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ یعنی آپ کا فرمان سن لینے کے بعد اس کی تاویل میں کر کے اصل حکم سے فرار کی روش اختیار نہ کرو۔
3. رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکالمہ کرتے وقت آواز کو پست رکھو اور ایسا رویہ اختیار نہ کرو جیسا

تم ایک دوسرے کے ساتھ برابری کی سطح پر کرتے ہو۔

اگرچہ یہ آداب نبی ﷺ کی مجلس کے لئے سکھائے گئے تھے اور اس کے مخاطب وہ لوگ تھے جو آپ کے زمانے میں موجود تھے، مگر بعد کے لوگوں کو بھی ایسے تمام مواقع پر یہی آداب ملحوظ خاطر رکھنے چاہئیں۔ دین کے معاملے میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہ کریں، نہ اپنی رائے کو ترجیح دیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہو رہا ہو یا آپ کی کوئی حدیث سنائی جا رہی ہو یا آپ کے کسی فرمان کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہو یا آپ نے کسی کام سے منع کیا ہو یا حکم دیا ہو تو اگر کوئی شخص یا جماعت ان کو نظر انداز کرتے ہوئے ان تعلیمات سے انحراف کرے یا کسی اور کے قول و عمل اور نظریے کا حوالہ دے تو وہ شخص یا جماعت انہی ظالموں میں سے ہوگی جن کے اعمال غارت ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص بجائے خود کتنا ہی قابل احترام ہو، بہر حال یہ حیثیت نہیں رکھتا کہ اس کی بات کو بغیر کسی دلیل کے تسلیم کر لیا جائے۔ چنانچہ ہر کسی کی بات کو پرکھا جائے گا۔ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کے عین مطابق ہو گی، تو قبول کی جائے گی ورنہ مسترد کر دی جائے گی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک دعا سکھائی جس میں ایک مقام پر بَنِیْکَ لفظ آیا تھا۔ بعد میں آپ ﷺ نے براء رضی اللہ عنہ سے یہ دعا پڑھوا کر سنی تو انہوں نے بَنِیْکَ کی جگہ بِرَسُوْلِکَ پڑھا۔ سرور عالم ﷺ نے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا میں نے جو الفاظ تمہیں بتائے ہیں بعینہ وہی پڑھو۔ حالانکہ آپ نبی بھی ہیں اور رسول بھی، اور بِرَسُوْلِکَ کہنے سے مطلب و مفہوم میں کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ اس کے باوجود آپ نے براء رضی اللہ عنہ کو بَنِیْکَ کہنے کا پابند فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہم شرعی طور پر رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ ایک ایک لفظ کو اس کی اصل حالت میں برقرار رکھنے اور آگے نقل کرنے کے پابند ہیں۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کے

ادب و احترام کا تقاضا یہی ہے کہ ہم وہی الفاظ استعمال کریں جو آپ نے استعمال کئے ہوں۔
صلوٰۃ و سلام کا حکم: اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [الاحزاب: 56]

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان
لائے ہو تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔“ (احزاب: 56)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ پر بے حد مہربان ہے۔
آپ کی تعریف فرماتا ہے۔ آپ کے کام میں برکت عطا فرماتا ہے اور آپ کے نام اور درجات
کو بلند کرتا ہے اور آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرماتا ہے۔ فرشتوں کی طرف سے آپ پر
صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے غایت درجے کی محبت رکھتے ہیں اور آپ کے حق میں اللہ
تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو اور زیادہ بلند مرتبے عطا فرمائے آپ کے دین کو سر بلند
کرے آپ کی شریعت کو فروغ بخشے۔ آپ کے تبعین اہل ایمان کو مغفرت اور جنت سے
نوازے اور آپ ﷺ کو مقام محمود پر پہنچائے۔ ایمان والوں کو بھی یہی حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ
بھی آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجیں۔ اس حکم کے معانی یہ ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے
فرشتے آپ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان کے ساتھ درود و سلام بھیج کر فرشتوں
کی ہمنوائی اختیار کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ بِهَا عَشْرًا))

”جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔“

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ)) (النسائی)

وفات النبی ﷺ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ [الزمر: ۳۰]

”یقیناً خود آپ کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔“ (الزمر: 30)

کلمہ طیبہ کے پہلے حصے ’لا الہ الا اللہ‘ سے عیاں ہے کہ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ہمیشہ سے ایک ہے اور ہمیشہ ایک ہی رہے گا۔ نہ اُس پر زوال ہے نہ فنا۔ وہ نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ اور نہ غائب۔ وہ ہر کمزوری اور عیب سے پاک ہے اور ہر خوبی اور کمال سے متصف ہے۔ وہ ہمیشہ سے لا شریک ہے اور ہمیشہ لا شریک رہے گا۔ جب کہ کلمہ طیبہ کے دوسرے حصے ’محمد رسول اللہ‘ سے عیاں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ آپ کے ذمے اُمت کے نام اللہ کا پیغام پہنچانا تھا جب وہ پیغام پہنچا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو واپس بلا لیا۔ اللہ کو نہ تو کسی نے بنایا نہ بھیجا اور نہ اُسے فنا ہونا ہے جب کہ رسول اللہ کو دنیا میں بھیجا گیا اور جب چاہا واپس بلا لیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام رسانی کا فریضہ پوری جانفشانی کے ساتھ نہ صرف انجام دیا بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ آپ نے اپنے بعد اس پیغام کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کا کام اُمت کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، محدثین اور عالم دین اس فریضہ کو انجام دیتے رہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا اس دنیا سے اٹھ جانا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی صفات الگ الگ ہیں۔ پہلا خالق ہے دوسرا مخلوق لیکن اطاعت دونوں کی ہوگی جو حقیقی معنوں میں ایک اللہ وحدہ لا شریک ہی کی اطاعت ہے۔

معاشرے پر کلمہ طیبہ کے اثرات

جب کلمہ طیبہ کا اقرار خلوص نیت اور صدق دل سے کیا جائے، نیز ظاہر اور باطن کے لحاظ سے اس کے تقاضوں پر عمل بھی کیا جائے تو جہاں انسان کی انفرادی زندگی پر نہایت عمدہ اور قابل ستائش اثرات مرتب ہوتے ہیں وہاں معاشرے پر بھی گونا گوں خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انہی اثرات کے حوالے سے چند ایک نقاط بیان کئے جاتے ہیں۔

1. اتحاد و ملت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران: 103]

”اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں تفرقہ پیدا کرو۔“ (آل عمران: 103)

نیز فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي أَيْدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَالْفَّ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ﴾ [الأنفال: 62، 63]

”وہی اللہ ہے جس نے اپنی نصرت اور مؤمنین کی مدد سے آپ کو تقویت بخشی اور اسی نے مؤمنین کے دلوں میں باہمی الفت پیدا کر دی۔“ (الأنفال: 62، 63)

کلمہ طیبہ ایک ایسی نعمت ہے جس نے صدیوں سے باہم دست و گریبان قبائل کو یکجا کر دیا۔ یہ ایک ایسی طاقت ہے جو تمام امت کو ایک پلیٹ فارم پر لے آتی ہے۔ اسلام سے قبل عربوں کے معاشرتی حالات اور اسلام لانے کے بعد کے حالات کا موازنہ کیا جائے تو عقیدہ توحید کی قوت کا اندازہ از خود ہو جاتا ہے۔ اسلام سے قبل جو لوگ عوام کی عزت و ناموس پر ڈاکہ ڈالنے اور قتل و غارت گری پر فخر محسوس کرتے تھے وہی اخوت و محبت کے دائمی رشتے استوار کرنے لگے۔

اس کے مقابلے میں شرک و بدعات اور عقائد کے اختلاف سے افتراق ملت، باہمی لڑائی جھگڑے رونما ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِعْبًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ [الأنعام: ۱۵۹]

”جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ درگروہ ہو گئے، آپ کا ان سے کچھ تعلق نہیں ہے۔“ (الأنعام: 159)

یہ بات ہر اس قوم اور جماعت پر صادق آتی ہے جو دین کے معاملے میں مجتمع تھی لیکن پھر ان کے بعض افراد نے اپنے کسی بڑے کی رائے کو بھی مستند تسلیم کر لیا۔ جن لوگوں نے کلمہ طیبہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین یا دوسرے طریقے کو اختیار کر لیا، ان کے ہاں کس طرح جوتیوں میں دال بٹی ہے، یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ [المؤمنون: ۵۳]

”پس ان لوگوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور تفرقہ پیدا کیا، اب ہر گروہ اسی میں لگن ہے (اور فخر کرتا ہے) جو کچھ اس کے پاس ہے۔“ (المؤمنون: 53)

2. امن و سلامتی سے مزین معاشرہ:

توحید کی بدولت اسلامی معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ عقیدہ توحید حلال و حرام کی ایسی تمیز سے آشنا کرتا ہے جس میں انسان ان تمام امور سے اجتناب کرتا ہے جو امن و امان کے لئے سم قاتل ہوتے ہیں۔ اہل ایمان ایک دوسرے کی عزت و عفت کے محافظ بن جاتے ہیں۔ بھائی چارے کی ایسی فضا قائم ہوتی ہے جس کی مثال کوئی دوسرا معاشرہ پیش نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم نے اس کی طرف یوں اشارہ کیا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: ۱۰]

”مؤمنوں کا رشتہ آپس میں صرف بھائی بھائی کا ہے۔“ (الحجرات: 10)

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی تعریف اس انداز میں کی:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح: 29]

”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے صحابہ کرام کفار کے مقابلے میں سخت (چٹان کی مانند) ہیں مگر آپس میں بڑے مہربان، نرم دل ہیں۔“ (الفتح: 29)

3. کلمہ طیبہ کی بدولت دشمن دوست بن جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اہل توحید پر احسان جنلاتے ہوئے فرمایا:

﴿وَأَذْكُرُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ [آل عمران: 103]

”تم اللہ تعالیٰ کا احسان نہ بھولو جو اس نے تم پر کیا ہے کہ پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں کو ملا دیا اور اب اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے ہو۔“ (آل عمران: 103)

4. کلمہ توحید کی بدولت اقتدار نصیب ہوتا ہے:

کلمہ توحید روئے زمین پر حکومت الہیہ کے قیام، دین اسلام کو افکار خبیثہ اور غیر اسلامی نظریات کے سامنے نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ پھیلانے کا سبب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا أَسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ
وَلَيُسَبِّحَنَّ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ حَوْرِهِمْ أَمَنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُ بِي﴾ [النور: 55]

”اے لوگو! تم میں سے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں ملک میں اقتدار دے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو اقتدار دیا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور ان کے لئے اس دین کو مضبوط کرے گا جسے اللہ تعالیٰ نے

ان کے حق میں پسند فرمایا ہے، ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ وہ صرف میری ہی عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔“ (النور: 55)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے حصول کو اس اصول پر موقوف کر دیا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، اور ایک اللہ کی عبادت کا طریقہ رسول اللہ ﷺ سے سیکھنا ہے یہی کلمہ طیبہ کا مفہوم اور تقاضا بھی ہے۔

5. اطمینان قلب:

کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے والے کو اطمینان قلب اور ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے ایک رب کی عبادت کو فرض قرار دیا ہوتا ہے جو اس کے دل کے ارادوں سے باخبر ہے۔ ایک بندہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اس کی اطاعت کرتا ہے۔ معصیت کے کاموں سے دور رہتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا﴾ [الزمر: 29]

”اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک غلام ہے جس کے کئی آقا ہیں جو آپس میں کشمکش رکھتے ہیں اور دوسری طرف ایک غلام ہے جو پورے کا پورا ایک ہی مالک کا ہے۔ کیا ان دونوں غلاموں کی حالت ایک جیسی ہو سکتی ہے؟“ (الزمر: 29)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ رب العزت نے (مذکورہ بالا آیت میں) مشرک اور موحد انسان کی مثال بیان فرمائی ہے کہ مشرک انسان اس غلام کی مانند ہے جو ایسے چند لوگوں کی ملکیت میں ہے جو جھگڑاؤ، اختلاف کرنے والے اور بد اخلاق ہیں۔ چنانچہ مشرک انسان جب بہت سے مختلف البوں کی عبادت کرتا ہے تو اسے اس غلام کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے جو بہت سے آقاؤں کی ملکیت میں ہے، وہ سب چاہتے ہیں کہ غلام ان کی خدمت کرے لیکن

غلام کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ان سب کو خوش کر سکے۔ اس کے برعکس موحد شخص جب ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اس کی مثال اس غلام کی طرح ہے جو ایک شخص کی ملکیت ہے۔ اس کی سپرداری میں ہے وہ اپنے آقا کے مقاصد اور اسے خوش رکھنے کے ذرائع سے واقف ہے تو اس لحاظ سے وہ غلام پر سکون ہے۔ وہ متعدد لوگوں کے مقاصد کی تکمیل میں الجھا ہوا نہیں ہے، وہ کسی اختلاف کا شکار نہیں۔ اس لئے کہ اس کا مالک ایک ہے اور پھر یہ کہ مالک اس پر شفقت کرتا ہے، مروت کے ساتھ پیش بھی آتا ہے اور اسے اپنے ضروری کاموں میں نہایت عمدہ اخلاق کے ساتھ لگائے رکھتا ہے۔ فیصلہ کیجئے کہ کیا یہ دونوں غلام مساوی ہیں؟“ (اعلام الموقعین 1: 197)

6. رفعتوں کا سبب:

کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں بلندیاں اور رفعتیں نصیب ہوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ [الحج: ۳۱]

”اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ رکھو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور جو کوئی اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے تو اس کی مثال اس طرح سے ہے جیسے وہ آسمان سے گر پڑے پھر اسے پرندے اچک لیں یا تیز ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دے۔“ (الحج: 31)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ ایمان اور توحید کو علوم مرتبت و وسعت اور شرف کی بناء پر آسمان سے تشبیہ دیتے ہیں، جس کی طرف ایمان اور توحید کو چڑھنا اور اترنا ہوتا ہے۔ آسمان سے زمین کی جانب اس کا نزول ہوتا ہے اور زمین سے آسمان کی جانب اس کا چڑھنا ہوتا ہے اور جو شخص ایمان اور توحید کی دولت سے محروم ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو آسمان کی بلندی سے گر کر اسفل السافلین کے حوالے ہوتا ہے۔ جہاں اسے انتہائی تکلیف اور درد و الم کا سامنا ہوتا ہے

جو تسلسل کے ساتھ اس کا احاطہ کئے رہتے ہیں۔ نیز ایمان اور توحید کی دولت سے محروم شخص کی مثال ان پرندوں جیسی ہے جن کے اعضاء (بلندی پر) ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں کوئی کہیں گرتا ہے اور کوئی کہیں۔ ان کا گرنا ان شیاطین کا مرہون منت ہے جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ وہ ایمان کی دولت سے محروم لوگوں کو فضا میں شدت کے ساتھ الٹ پلٹ کرتے ہوئے ہلاکت آفرینیوں کے سپرد کر دیتے ہیں نیز ایمان اور توحید سے محروم شخص کی مثال اس آندھی کی طرح ہے جو اسے دور دراز جگہ میں پھینک دیتی ہے۔ حقیقت میں اس کی خواہش نفس ہی اسے اسفل السافلین میں پہنچانے اور بلندیوں سے دور کرنے کا سبب ہے۔

7. جان و مال کے تحفظ کی ضمانت:

کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے والے کی جان، مال اور عزت محفوظ ہو جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

((أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا.))

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑاؤں جب تک کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار نہ کریں۔ اور جب انہوں نے کلمہ توحید کا اقرار کر لیا تو میری طرف سے ان کی جانیں اور ان کے اموال محفوظ ہو گئے۔“ (بخاری)

یعنی جان و مال کی حفاظت کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی گواہی دی جائے اور اس پر ایمان بھی رکھا جائے۔ الا بحقہا کی شرح میں احادیث اور کتب فقہ میں طویل بحث موجود ہے مگر حق کے ساتھ قتل کی تین صورتیں مشہور ہیں جو ایک حدیث میں واضح طور پر مذکور ہیں۔ 1. عمد اُقتل کرنے والا۔ 2. مرتد ہونے والا۔ 3. شادی شدہ زانی۔

خلاصہ کلام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اس دنیا میں بھیجا تو اس کی رہنمائی کے لئے انبیاء و رسل بھی مبعوث فرمائے۔ تمام انبیاء کی تعلیمات کا کلمہ اول لا الہ الا اللہ ہی رہا۔ آخر میں محمد ﷺ کو قیامت تک کے لئے خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا تو کلمہ طیبہ ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ)) کو اسلام میں داخل ہونے کی کنجی بنا دیا گیا۔ جو شخص اس کلمہ کو صدق دل سے پڑھتا اور اپنے اعضاء و جوارح سے اس پر عمل بھی کرتا ہے اس کے جان و مال کی ضمانت دے دی جاتی ہے اور اس کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ گویا اس کلمہ کو پڑھنے والا دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اس کا اسلام قبول کر لیا جاتا ہے۔

محض تشریح و توضیح کے لئے کلمہ طیبہ کا دو حصوں میں مطالعہ کیا گیا ورنہ کلمہ تو ایک ہی ہے جس کا اقرار کئے بغیر دائرہ اسلام میں داخلہ ممکن نہیں۔ اسے پڑھنے والے ایک بہترین اُمت کے افراد ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کا نام دین اسلام رکھا اور اس نام کو پسند فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ [المائدہ: 3]

”آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔“ (المائدہ: 3)

اس دین کو نہ ماننے والوں کے کفر میں تو کوئی شک نہیں اس دین میں کمی بیشی کرنے والوں یا اس میں کسی اور ازم کو شامل کرنے والوں کو بھی سراسر خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہذا کلمہ شہادت کو شعور کے ساتھ پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل بھی کریں۔

آخری بات

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی توفیق سے کتاب مکمل ہو رہی ہے۔ کتاب میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ اللہ کی توفیق سے اور اگر کوئی کمی ہے تو وہ میری کم علمی سے۔ میری پوری کوشش رہی ہے کہ کلمہ طیبہ کے معانی و مفہوم اس طرح بیان ہوں کہ عام قاری بھی انہیں اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان اس طرح بیان ہو کہ خالق و مخلوق کا فرق واضح ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنے کے لئے تو سات سمندوں کا پانی روشنائی بن جائے اور تمام مخلوق اس کی حمد و ثناء لکھنے لگ جائے اور یہ عمل بار بار ہو تو بھی اس کی شان بیان نہ ہو پائے چہ جائے کہ یہ چند اوراق۔ رسول اللہ ﷺ کی شان کا بھی یہی عالم ہے۔ چودہ سو سال سے آپ کی سیرت پر کتب لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی لیکن پھر بھی آپ کی سیرت اور شان بیان کرنے سے کوئی نہ کوئی پہلو تشنہ رہ جاتا ہے۔

میری کوشش کا محور یہ رہا ہے کہ قاری کلمہ طیبہ کو شعور کے ساتھ سمجھ جائے۔ اہل مکہ نے اس کلمہ کی حقیقت کو جان لیا تھا، اس لئے انہوں نے اسے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ ہم اس کلمہ کو پڑھتے تو رہتے ہیں لیکن کبھی سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ ہم نے پڑھا کیا ہے! اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ امید ہے کہ آپ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد شعور کے ساتھ کلمہ شہادت پڑھنے کو اپنا شعار بنائیں گے۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اگر کسی ایک شخص نے بھی کلمہ طیبہ کو شعور کے ساتھ جان لیا تو میں سمجھوں گا کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ کوشش کریں کہ وہ شخص آپ ہی ہوں۔
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

کلمہ طیبہ کا پہلا حصہ ”لا الہ الا اللہ“ توحید کے دواہم مضامین پر مشتمل ہے۔ پہلا نئی اور دوسرا اثبات میں ہے۔ نئی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق سے الوہیت کی صفات کی نفی کی جائے اور اثبات سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے الوہیت کو ثابت کیا جائے کہ وہی معبود برحق ہے۔ کلمہ کا دوسرا حصہ ”محمد رسول اللہ“ بھی دواہم باتوں پر مشتمل ہے۔ پہلی ”اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کی گواہی دینا“ اور دوسری ”رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق عمل کرنا“ کیونکہ رسول اطاعت کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے۔

قریش مکہ نے کلمہ طیبہ پر غور و فکر کر لیا تھا اس لئے انہوں نے اس کلمہ کو پڑھنے سے انکار کر دیا تھا کہ یہ کلمہ ان کی سرداریاں ختم کر دے گا۔ ہم ہر روز بیسیوں مرتبہ اس کلمہ کو پڑھتے ہیں لیکن ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اس لئے کہ ہم اس کلمہ پر غور و فکر نہیں کرتے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے عبادت کس کی کرنی ہے؟ اور کس طرح کرنی ہے؟ کتاب ہذا میں انہی دو باتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

ممکن ہے یہ مختصر کتاب اس بات کی یاد دہانی کا سبب بن جائے کہ ہم عبادت کس کی کر رہے ہیں اور کس طریقے سے کر رہے ہیں؟ یقین جانئے اگر آپ نے اس نقطہ کو پالیا تو آپ کی دنیا و آخرت سنور جائے گی۔



مکتبۃ سبیل السلام

شارع القاسمیہ الشارحہ

فون: 06 574 6063 فیکس: 06 574 4243

